الیس اللہ بکاف عبدہ مرزا غلام احمدؐ

مسیح وقت و مہدی ہم مجدد برسر این صد

سیرت مسیح موعود (علیہ السلام)

جسکو

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ادام اللہ فیوضہ

نے

اپنے احباب کے لئے بطور دستور العمل اور مخالفین پر اتمام حجت کی غرض سے لکھا

اور

خاکسار شیخ یعقوب علی تراب نے مطبع انوار احمدیہ

جولائی سنہ ۱۹۰۰ء

قادیان دار الامان میں چھاپکر شائع کیا

بار اول — تعداد ۷۰۰ — قیمت فی جلد بلا محصول ڈاک ۸ر

اخبار الحکم قادیان

دنیا میں صداقت اور حق پرستی کی تعلیم کی اشاعت کرنا۔ اور گورنمنٹ کی سچی اطاعت اور بنی نوع انسان میں باہمی ہمدردی کا پھیلانا اس اخبار کا خاص منشا ہے۔ چونکہ ان مقاصد کے پورا کرنے کے لئے دنیا میں اسوقت **جناب مرزا غلام احمد صاحب** ادام اللہ فیوضہم کے مشن سے بڑھکر اور کوئی مشن نہیں اس لئے علی الخصوص حضرت اقدس کے مشن کا خادم ہونے کا فخر الحکم کو حاصل ہے جس میں اسلام کے مقدس اصولوں پر بحث کیجاتی ہے۔ چونکہ اخبار الحکم کا موضوع اسلام ہے اس لئے اسلام کے متعلق ضروری مضامین درج ہوتے ہیں جناب مرزا صاحب کے مشن کے حالات اور آپکی تقریریں اور کلمات طیبات بھی حسب موقع شایع ہوتے ہیں۔

قیمت عام سے بعد پیشگی مع محصولڈاک ۱۲/ روپیہ سالانہ۔ معاون اور خواص جو کچھ لطف فرمادیں شکریہ سے لیا جائے گا۔

نوٹ۔ تمام خط و کتابت شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پروپرائٹر الحکم قادیان ضلع گورداسپور کے نام حسب قواعد ڈاکخانہ ہونی چاہیے۔

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"سیرت مسیح موعود" پر لکھنا اور چند صفحوں قناعت کرنا لا ریب تعجب انگیز بات ہے۔ اس نام کو سُنکر بالبداہت ایک شخص کے خیال میں آئے گا کہ ایک کبیر اور ضخیم کتاب ہو گی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ مینے جو کچھ لکھا یا کہا ہے اس سے زیادہ نہیں کہ بہت لائق اور معنی آفریں دوستوں کے لئے ایک راہ تیار کی ہو ممکن ہے کہ کوئی زیادہ واقف اور عاشق اس سے بہتر اور صداقت نما باتیں اس پاک اور اہم مضمون کے متعلق لکھ لینے پر قادر ہو جائے۔ یا پھر کبھی مجھے ہی توفیق ملجائے کہ میں اس مضمون کو مکمل کردوں۔ اس میں جو کچھ مینے لکھا ہے اپنے سچے وجدان اور ایمان اور واقعی تجربوں کا نچوڑ لکھا ہے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ نہ مینے خود دھوکا کھایا ہے اور نہ دوسروں کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ مدت دراز کی تحقیق اور راستی کی تائید اور نصح اخوان نے مجھے مجبور کیا کہ قوم کی خدمت میں اس پیرایہ میں چند باتیں عرض کروں شاید کوئی رشید اُس نور اور حق کی معرفت سے بہرہ مند ہوجائے جس کے لئے محض خدا تعالے کے فضل نے ہماری جماعت کو چن لیا۔

اس رسالہ کی تالیف سے میری اصلی غرض جو میرے ذرہ ذرہ

وجود میں خمیر کی گئی ہے اور جس کی اشاعت کے لئے میرے بال بال میں جوش ڈالا گیا ہے، یہ ہے کہ میں یہ دکھا دوں کہ وہ شخص کیسا ہونا چاہیے جس کے ہاتھ میں ہم ایمان جیسی گرامی قدر امانت سپرد کریں۔ آج ہمارے پنجاب اور ہندوستان میں بہت سی گدیاں اور خدا نمائی کے مدعی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کو انسانوں کی معقول تعداد کی دلربائی کا فخر بھی حاصل ہے۔ امین آباد کے متصل دھونکل ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں بیشمار لوگوں کا مجمع ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے قریب ہی کہ غیر محققوں پر حق و باطل مشتبہ ہو جائے یا راہ حق کی تلاش کی پیچدار مشکلات ان کو تلاش کی صعوبتوں کے مقابل پست ہمت اور بد دل بنا دیں۔ میںنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھکر اور اسی کو مبنا قرار دیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت لکھی ہے اور درحقیقت خدا کے فضل سے کامیابی کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں امام حق اور ہادی اور مہدی ہمارے آقا و محبوب حضرت میرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ میںنے تکلف سے کوشش نہیں کی کہ خواہ نہ خواہ آپ کی سیرت کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ملایا ہے بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ ہماری محبوب امام مہدی کی فطرت دست قدرت سے ایسی ہی بنائی گئی ہے کہ آپ سے اضطراراً وہی افعال و اقوال سرزد ہوتے ہیں جو آپ کے متبوع و مقتدا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوئے ہم مسلمانوں پر خدا تعالے کا بڑا فضل ہے۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الاٰخر الآیۃ کے منطوق نے ہمیں ان تمام پیچیدگیوں اور مذموم حیرتوں سے نکالدیا ہے جس میں اہل باطل مبتلا ہیں۔ یسوع مسیح کا

نہایت ناقص نمونہ - اخلاق میں - اعمال میں - معاشرت میں - سیاست
میں غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اضطراراً اس کا موجب ہوا کہ
پادری خود نبی اور پیغمبر کی مسند پر غاصبانہ چڑھ بیٹھے اور مسیح یسوع
کے نقصوں کی تلافی کی - ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی پاک زندگی انسان کی شگفتہ اور نشو و نما یافتہ اور کامل مہذب
زندگی کے ہر شعبہ کے لئے نمونہ بہم پہونچاتی ہے - ایک مصلح
ایک قوم بنانے والا - ایک جنگی سپہ سالار - ایک غیر قوموں
سے برتنے کے آداب کے معرفت کا خواہاں یا عارف - ایک شوہر
ایک باپ - ایک عظیم الشان دوست - ایک فیاض ایک جواد کریم
ایک قادر علی الانتقام اور پھر عفو کر دینے والا - ایک جلیل القدر
سلطان - ایک منقطع الی اللہ درویش غرض ہر ایک صاحب خلق
فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک وجود میں کامل نمونہ
پاتا ہے - ناتوان بے بس یسوع مسیح میں ہم کس خلق کا نمونہ
پا سکتے ہیں جسے کسی انسانی خلق کے ظاہر کرنے کا کوئی موقعہ
نہیں ملا - غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ نے ہمیں
ہر قسم کی ظلمت کے نشیبوں سے نکال کر صاف فیصلہ اور نور
کی بلند سطح پر پہونچا دیا ہے -

اب ہمارے لئے کس قدر آسان بات ہے کہ ہر ایک
مدعی کے نقد کو اس کامل معیار پر کس لیں - سب سے بڑی بات
حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی جو آپ کی
غرض اصلی اور آپ کی جان اور غذائے جان تھی بجز اس کے اور
کیا تھی کہ آپ نے اپنا تمام وقت کلمۃ اللہ کی تبلیغ اور اعداء اللہ
سے مقابلہ میں صرف کیا - قرآن کو پڑھ کر دیکھو کہ وہ باطل
سے کیسی خوفناک ٹکریں لگاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اُسکو عمل میں لا کر دکھانے والے تھے - اگر آپ کی سوانح سے کوئی واقف نہ بھی ہو جب بھی قرآن کے عمل سے پتا لگا سکتا ہے کہ کس قدر عظیم الشان کام آپ کے سپرد تھا - اور اس سے قیاس کر سکتا ہے کہ کس قدر آرام اور تن آسانی میں آپ کی زندگی بسر ہوتی ہوگی - اب اس وقت خدا تعالیٰ کے لئے دیکھو کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم کون شخص چل رہا ہے - کس نے آج عیسائیوں - آریوں - سکھوں جینیوں یہودیوں اور برہموؤں اور دہریوں پر اسلام کی حجت پوری کی ہے - اور کس نے از سر نو اسلام کو - قرآن کو - رسول کو - معجزات اور خرق عادات کو اپنے نمونوں سے زندہ کر کے دکھا دیا ہے - اور کس کے وجود میں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و افعال کے نمونے پاتے ہیں -

غرض میں نے ان چند اوراق میں باذن احد صاف نشان دے دیا ہے کہ خلافت الٰہیہ کی مسند پر بیٹھنے کا استحقاق آج کس کو ہے - خدا تعالیٰ میری ناچیز کوشش کو قبول فرمائے

آمین

عبد الکریم - قادیان - ۲۶ جون ۱۹۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ کے اندرونی مفاسد جو طبعاً ایک مصلح کے مقتضی ہیں

اندرونی مفاسد

۱۔ قوم میں خدا تعالےٰ کی نسبت وہ اعتقاد جو تقویٰ اور خشیت پیدا کر سکے نہیں رہا۔

مقتدر اور قدیر اور منتقم اور علیم بذات الصدور اسکو ہرگز مانا نہیں جاتا۔ ورنہ اس قدر جسارت اور جرأت گناہ پر کیوں ہو۔

اور دنیا میں جب کبھی گناہ اور شیطان کا زبردست تسلط ہوا ہے اور فسق و فجور نے دلوں اور سینوں کو سیاہ اور تباہ کیا ہے اس کا اصلی سبب یہی ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے وجود کی نسبت حقیقی اور شرح صدر والا اعتقاد دلوں سے جاتا رہا۔ جس طرح وہ قرآن جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و

سلم کی بعثت کا مستدعی اور مقتضی ہوا اپنے مفاسد کی وجہ سے چیخ چیخ کر مصلح کو بلاتا تھا اسی طرح یہ زمانہ بھی اپنی کھلی بے حیائی اور بے باکانہ بدکاری کی وجہ سے آج چلا چلا کر مجدّد و مصلح کو بلاتا ہے۔ اور جس طرح اُسوقت رسول کریم نے خدا دکھا کر مفاسد کی جڑ کاٹی آج بھی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ ایسے وجوہ اور اسباب بہم پہونچائے جائیں اور ایسی تدابیر برروئے کار لائی جائیں جو خدا کو گویا دکھا دیں اور اس کی زندہ اور مقتدر ہستی کا یقین دلا دیں۔

سو اب جیسے ایک مصلح کی ضرورت شدید ہے ویسے ہی وہ مصلح اس پایہ اور قوت کا ہونا چاہیے کہ اس میں خدا بینی اور خدا نمائی کی سب سے بڑی طاقت ہو۔

اور یہ قوت دو رنگ کی ہونی چاہیے یعنے ایک طرف تو وہ دلائل قویہ اور حجج ساطعہ اور معارف یقینیہ سے قلوب کو مطمئن اور سیراب کردے اور اس کے روح قدس سے بھرے ہوئے بیان اور زبان سے دل خود بخود بول اٹھیں کہ خدا ہے۔ اور سچائی کی روح اُن میں نفخ ہوجائے اور ناگہاں ایک پاک تبدیلی انمیں پیدا ہوجائے۔

اور دوسری طرف قادرانہ پیشگوئیوں پر جو علم غیب اپنے اندر رکھتی ہوں قدرت رکھتا ہو۔ اور یوں غیب الغیب مقتدر ہستی کے خلافت کا واقعی طور پر سزاوار ہو۔ اسوقت وہ درحقیقت رسول کریم کا پورا مظہر ہوگا۔ اور ایسے ہی لوگ حقیقۃً زمانہ کو اپنے کامل نمونے سے درست کرسکتے ہیں۔ اس لئے کہ رسول کریم کو بھی انہی دو طاقتوں کے سبب سے پورا امتیاز ہے۔ جہاں آپنے قرآن کریم جیسی مدلل اور

معقول علمی کتاب سے قلوب کو مسخر اور باطل کا معنوی استیصال کیا اس کے ساتھ بلافصل قادرانہ پیشگوئی کی تصدیق میں مخالفو نکو صوری اور مادی ذلت بھی دکھائی - کیا ہی سچ کہا گیا ہے :-

نے بعلمش کس رسید و نے بہ زور
در شکستہ کبر ہر متکبرے
یک طرف حیراں از و شاہان وقت
یک طرف مبہوت ہر دانشورے

غرض اس وقت پھر وہی وقت اگیا ہے کہ اس رنگ وصفت کا مجدد ومصلح ہو -

۲ - قوم میں سخت تفرقہ اور تفریق ہے - اس وقت ۷۲ فرقے نہیں بلکہ جتنے انسان ہیں ہر ایک بجائے خود ایک فرقہ ہے - خودرائی اور ذاتی اجتہاد کا یہ عالم ہے کہ ایک مولوی دوسرے مولوی کے نزدیک راستی سے دور اور خطا سے قریب ہے - دو مولوی ایک ہی شہر اور گاؤں میں اس طرح کارروائی کر رہے ہیں گویا دو الگ الگ مذہبوں کے حامی اور مشیع ہیں - خدا تعالےٰ کی کتاب اور سنت کی طرف پیٹھ دی گئی ہے - اور ہوا اور رسم اور عادت کی طرف بکلی موہنہ کیا گیا ہے - رات دن ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کے یوں درپے ہیں جیسے وہ کلاب جن میں تہارش واقع ہو جائے - بالکل دنیا اور جاہ کو اپنا قبلہ ہمت بنا لیا ہے - خدا تعالےٰ کی کلام اور سنت خیر الانام سے یوں بازی کرتے ہیں جیسے بچے کھلونوں سے - اس کے علاوہ بڑے بڑے تفرقے وہابی اور مقلد اور شیعہ

اور سنی کے قوم کی جان کو کھا گئے ہیں ۔ اور گویا شہتیر چھت کے نیچے سے نکل گیا ہے اور قریب ہے کہ بڑی بھاری چھت سب کو نیچے دبا کر دار البوار میں روانہ کر دے ۔

اب وقت دہائی دے رہا ہے کہ کوئی مرد میدان ایسا ہو جو ان تفرقوں کو مٹائے ۔ مقلدوں کے پیشوا اپنی کہہ رہے ہیں اور وہابیوں کے اپنی ۔ اور وہ چند کس جنہوں نے ان اضداد کو جمع کرنا چاہا ان کی مثال ٹھیک وہی ہوئی :۔

تو از چنگال گرگم در ربودی

چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

انھوں نے بجائے جمع کے اور پریشان اور بجائے مسلمان کے پکا بے ایمان کر دیا۔

سب سے بڑا بھاری مفسدہ جو ایک ہونے نہیں دیتا اور ایک ہونے کے بغیر فلاح و صلاح نہیں وہ یہی تفرقہ مذاہب و مشارب ہے ۔ پس یہ بڑی ضرورت مصلح کی ہے کہ اپنی قوت قدسیہ سے ان خانہ برانداز تفرقوں کا ستیاناس کرے ۔

۳ ۔ امرا جو قوم کے پشتیبان ہو سکتے تھے اور ہونے چاہیے تھے وہ باسرہم لہو و لعب میں مشغول اور اپنی ہی ہوا و ہوس اور کامرانیوں میں سراپا مستغرق ہیں ۔ بڑے بڑے رئیس اور نواب فسق و فجور اور اشتغال بالملاہی کے سبب سے جوانا مرگ ہوئے اور جو باقی ہیں اکثر انہیں پا بر کاب بیٹھے ہیں خدا کے دین کے اعلا کی فکر کسی کو نہیں ۔

غرض فقرا کا یہ حال ۔ متوسطین کا وہ حال اور امرا اس رنگ کے ۔ اب اگر پاک نفس مصلح کی ضرورت نہیں تو اور کب ہوگی ؟

۴۔ بڑا اور سب سے عظیم الشان مفسدہ صوفیوں اور سجادہ نشینوں کا مفسدہ ہے۔ قوم کی طرف سے لاکھوں روپے ان کے مصرف کے لئے دیئے جاتے ہیں اور وہ بھی اکثر ان میں سے امرا کی طرح فسق و فجور اور تن پروری اور خواب و خور میں منہمک ہیں۔ ان کو مطلق خبر نہیں کہ اللہ اور رسول کا فرمودہ کیا ہے۔ سنت کیا ہے اور بدعت کیا ہے۔ اپنے ہی تراشیدہ خیالات اور ادہر اودہر کی باتوں پر مائل ہو رہے ہیں۔ ایسی خطرناک مشرب اور مذہب نکالے اور انپر سرنگون ہو رہے ہیں کہ اسلام اور مسلمانی ان پر دور سے دیکھہ دیکھہ کر ہنستی اور روتی ہے۔ گویا اسلام کے لباس میں ہزاروں ہزار نئے مذہب نکلے ہوئے ہیں اور اس سے دشمنان دین کو دین حق پر اعتراض اور طعن کا پورا موقع ملتا ہے۔ ان لوگوں کو حس تک نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی کیا حالت ہو رہی ہے اور اسلام کے بیرونی دشمن اسلام پر کیا کیا خوفناک حملے کر رہے ہیں اور تلے ہوئے ہیں کہ اس کا شہتیر ہی نکال ڈالا جائے۔

غرض قوم ان کی غفلت کی وجہ سے سخت تباہ ہو رہی ہے اور بہ زبان حال خدا سے چاہتی ہے کہ کوئی مصلح آئے۔

بیرونی دشمن

۱۔ سب سے بڑا مفسدہ اور اصلی فتنہ نصاریٰ کا ہے۔ اور یہ فتنہ کئی روپوں میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔

الف۔ سکولوں کے روپ میں ہزاروں ہزار اسلام کے بچوں کو

مرتد اور سست اعتقاد کر رہا ہے۔

ب۔ واعظوں اور منادوں کے رنگ میں سادہ دہقانوں اور گنواروں کو خراب کر رہا ہے۔

ج۔ زنانہ واعظوں کے رنگ میں مسلمانوں کے گھروں میں آگ لگا رہا ہے۔

د۔ مشن ہسپتال وہ کام کر رہے ہیں جو کسی جبر اور اکراہ نے دنیا میں وہ کام نہیں کیا۔

ذ۔ قحط کے دنوں میں ہزارہا غریبوں اور مفلسوں کو روٹی دیکر بے راہ کیا جاتا ہے۔

س۔ حکام مجازی سے رسوخ پیدا کر کے ہزاروں آدمی اُن کے دباؤ کے نیچے آئے اور مرتد ہوئے۔

ص۔ اخباروں۔ ماہواری رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ سے ہزاروں کو تباہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ کالج مادہ پرستی اور بے دینی پھیلانے کے عمدہ ذریعے ہیں۔ ان میں ایسے کورس اور تعلیمی کتابیں آئے دن مقرر کئے جاتے ہیں کہ اُن میں سے بعض کا میلان قطعاً دہریت کی طرف ہوتا اور بعض صریحاً اسلام پر حملہ کرنے کی نیت سے لکھی گئی ہیں۔ اور چونکہ عملہ منتخبین کتب درسیہ میں مقتدر اعضا پادری ہوتے ہیں اس لئے وہ ایسی کتابوں کے انتخاب کو روا رکھتے ہیں۔

غرض ان کالجوں نے عجیب شتر مرغ کی رنگ کے آدمی دنیا کو دیئے ہیں جو نہ حقیقی فلاسفر ہیں اور نہ واقعی جاہل ہیں۔ ہاں اسلام کو بعضے علمی

رنگ میں اور اکثر عملاً استخفاف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یورپ کے آزادوں اور بے باکوں کی طرح مذہب حق اور شرائع حقہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اکثر پورے زندیق اور اباحتی ہیں۔

ایک۔ ڈین ایم اے جب فسق سے روکا گیا اور نکاح کے لئے اسے کہا گیا۔ فرانس کے رندوں کی طرح بول اٹھا کہ نکاح ایک خواہ مخواہ کی بندھن ہے۔ انسان آزاد ہی کتوں کی طرح جو چاہے کرے۔

غرض کالجوں نے ایک خوفناک طاعون دنیا میں پھیلایا ہے رات دن کالجوں کے فرزند جو اب وہی زمانہ کے میدان میں کارکن ہی ہیں دنیا دنیا پکارتے اور دنیا ہی کے لئے کمیٹیاں اور کانفرنسیں کرتے اور دام و درم اور قدم دنیا ہی کے لئے اٹھاتے اور خرچ کرتے ہیں اور دین کے نام پر غیظ و غضب میں آجاتے ہیں۔ ان کا فلسفہ اور طبعی اور سائنس ان سب مفاسد کی جڑ ہے۔ اب ایسے مصلح کی ضرورت ہے جو ان علوم باطلہ کی جگہ علوم حقہ کو متمکن کر سکے۔

۳۔ کچہریاں۔ مقدمہ بازی نے راست بازی۔ تقوی۔ دیانت امانت اور اخوت اور ہمدردی ان سب اخلاق فاضلہ کا خون کر دیا ہے اور گھر گھر اور کوچہ بکوچہ اور گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں بنی آدم کے لباس میں گرگ و پلنگ اور گیدڑ اور کتے پیدا کر دیئے ہیں۔ اپیل نویس اور عرضی نویس عموماً وکلا۔ بیرسٹر مختار۔ مقدمات کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان صورتوں میں کہاں خدا کا خوف دلوں میں سمائے۔ ہر ایک مکان میں مقدمہ بازی کے لئے رات دن جھوٹے منصوبے اور مشورے ہوتے ہیں اور دین اور کار دین مہمل چھوڑ اگیا ہے۔

۴۔ اور محکمے خصوصاً تار ڈاک اور ریل کے محکمے۔ ان میں کام کی وہ کثرت

رکھی ہے کہ الامان ۔ ایک آدمی وہاں رکھا گیا ہے جہاں تین آدمیوں کا کام ہے ۔ اس کثرت کار اور شدت مصروفیت کی وجہ سے خدا کا خانہ پوری طرح مقبوض اور بھر دیا گیا ہے ۔ دین کی ریاضت اور توجہ الی اللہ اور فرائض و مہمات دین کی بجا آوری کی فرصت کہاں ۔

ریل کے محکمے نے خطرناک غفلت پیدا کی ہے اسٹیشن پر رات دن فرصت ہی نہیں ملتی ۔ رات کو جاگنا اور دن کو کام کرنا گویا خدا کے قانون قدرت کے میلان کے خلاف جنگ کرنا مخلوق کو سکھایا جاتا ہے ۔ پس یہ بڑا بھاری دجل ہے جس نے قوائے ایمانیہ کو قریبًا بیکار کر دیا ہے ۔

۵ ۔ حکام اور سربرآوردہ لوگوں کا عام میلان ۔ الناس علیٰ دین ملوکہم

چونکہ حکام محض مادی اور دنیا ہی کے کیڑے ہیں اور خدا اور معاد سے ان کو ذرا بھی تعلق نہیں ۔ اس لئے ضروری ہے کہ رعایا پر بھی وہی اثر پڑے ۔ لاجرم اکثر افراد رعایا کے سراسر کلاب الدنیا ہو گئے ہیں ۔

دوسرا بیرونی دشمن آریہ

اس قوم نے بھی نصاریٰ کی طرح اسلام پر حملے کئے ہیں اور ایسی گندی اور ناپاک کتابیں اسلام کے خلاف شایع کی ہیں کہ انکے پڑھنے سے غیور مسلمان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ۔ بہت سے مسلمانوں کے فرزند آریہ اور آریہ مذاق کے ہو گئے ۔ انکی طرف سے اخبار اور رسالے برابر شایع ہوتے رہتی ہیں جنمیں حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کریم کی توہین ہوتی ہے اور ہزاروں مسلمان جو سادہ اعتقاد ہیں انہیں پڑھ کر تباہ ہوتے ہیں ۔ یہ لوگ چونکہ محکموں میں سربرآوردہ ہیں اور گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں عہدہ دار ہیں انکے ہاتھوں سے مسلمان سخت ستائے جا رہے ہیں ۔ غرض ایک طوفان عظیم برپا ہے اور کشتی اسلام تلاطم میں ہے پس ضروری ہے کہ اسوقت مصلح آوے ۔ والسلام

عاجز عبدالکریم ۱۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ

حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) کی سیرۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو حد سے زیادہ انتظار کی تکلیف دی اور عرصہ دراز تک اپنے محبوب و آقا کے کلمات طیبات کے سنانے اور الٰہی سلسلہ کی نسبت کچھ لکھنے سے قاصر رہا ۔ اُن خطوط کی رفتار چاہتی تھی کہ اس کی راہ میں کوئی روک نہ آئے مگر بہت سے نا اندیشیدہ امور ایسے پیش آ گئے کہ لامحالہ وہ نظام ٹوٹ گیا ۔ مگر میں اس سے خوش ہوں کہ میرا یہ خط احباب کو ایسا خوش کرے گا کہ وہ مافات پر متاسف نہ ہوں گے اور معاً مجھے امید ہے کہ وہ اپنے ایک بھائی کے لئے دردِ دل سے دعا کریں گے جو وسعت بھر اسی تاک میں لگا رہتا ہے کہ کوئی سرور بخش راحت افزا چیز مل جائے تو دوستوں کی نذر کر دے

مگر بعض ابتلا طبعاً اس پر ایسے اوقات لے آتے ہیں کہ اس کے ہاتھ اور قلم میں منافرت واقع ہو جاتی ہے۔

برادران! میں نے اپنے کسی خط میں وعدہ کیا تھا کہ میں حضرت موعود علیہ السلام کی اندرونی زندگی کے حالات و واقعات لکھونگا۔ اس لئے کہ خدا تعالےٰ کے خاص فضل نے مجھے کئی سال سے یہ موقع دے رکھا ہے کہ حضرت کے قرب و جوار کا نسبتاً مجھے بہت زیادہ فخر حاصل ہے اور علاوہ براں خداوند حکیم نے مجھے دل بھی ایسا تیز حس اور نکتہ رس عنایت کیا ہے کہ میں کسی دیدہ و شنیدہ واقعہ کو جزوی ہو یا کلی بے التفاتی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ میرا جودت زا دل ہر امر میں ڈوب جاتا اور اس کی تہ سے کام کی بات نکال لاتا ہے اور یہ بھی خاص فضل مجھپر ہے کہ زندگی کی کثرت اور وحدت کی گھڑیوں میں نہ تو میں ہی کبھی اپنے دل کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہوں اور نہ میرے دل نے اپنی اصلی صورت اور حقیقی حقیقت کے خلاف کسی اور روپ میں کبھی میرے سامنے جلوہ افروزی کی ہے۔

اس دراز تجربہ میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اندرونی و بیرونی معاملات میں جسقدر دیکھی ہے میں آرزو رکھتا ہوں کہ اُسے بطور مصالح و مواد کے قلمبند کروں کہ ہر ایک تیز ذہن سلیم الفطرت نگار خانۂ عالم کی سحر آفرینیوں کا شیدا اس مواد سے خود ایک مجسمہ یا تصویر تیار کرے اور پھر اس کے نقوش میں غور کرے کہ ایسی تصویر بجز منجانب اللہ انسان کے اور کس کی ہوسکتی ہے۔

اگرچہ سرسری نگاہ سے اوپری سی بات معلوم ہوگی کہ مومنین معتقدین سے یہ خطاب کیا تعلق رکھتا ہے اس لئے کہ انکا ایمان ایسی جزئیات

اور تفاصیل سے مستغنی ہوتا اور اُنکا عشق تو پکار پکار کر یہ پڑھتا ہے۔ ع

حاجت مشاطہ نیست روے دلارام را

مگر جب میں اپنے نفس کو دیکھتا ہوں کہ اس علم بالجزئیات سے اس نے کیا کیا فائدے حاصل کئے اور یہ واقفیت منازل سلوک کے طے کرنے میں میری کس قدر مددگار ہوئی ہے تو میری روح نُصح اور ہمدردی کے جوش سے مجھے کشاں کشاں اس طرف لاتی ہے کہ اُن بھائیوں کو بھی اس سے آگاہ کروں جنہیں خدا کی مشیت اور ارادہ نے ایسا موقع نہیں دیا جو محض فضل سے مجھے دیا ہے۔

اور میرا دلی اعتقاد ہے کہ میں اس تقریب سے اُن بہت سی اندرونی اور معاشرتی خطرناک بیماریوں کے مجرب نسخے پیش کرسکونگا جنہوں نے اکثر گھروں کو اُن مکانوں کی طرح جن میں دق اور سل کی بیماری متوارث چلی آتی ہے بجائے راحت بخش اور سرور افزا مکان اور گھر ہونے کے ماتم کدے اور شیون سرا بنا رکھا ہے۔

اس بنا پر پہلے میں حضرت خلیفۃ اللہ کی معاشرت کی نسبت کچھ لکھتا ہوں اس لئے کہ سب سے بڑی اور قابل فخر اہلیت کسی شخص کی اس سے ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیت سے اس کا تعلق اعلیٰ درجہ کا ہو اور اس کا گھر اس کی قوت انتظامی اور اخلاق کی وجہ سے بہشت کا نمونہ ہو جس کی بڑی سے بڑی تعریف یہی ہے کہ وہاں دلوںکی تپش اور جلن اور رنج اور کدورت اور غل اور حسد کے محرکات اور موجبات نہ ہوں گے۔ خدا تعالےٰ کی حکیم کتاب میں آیا ہے:۔

وعاشروھن بالمعروف

اور اس حکیم کتاب کا عملی نمونہ ہمارے سید و مولیٰ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں خیرکم خیرکم لاھلہ - یعنے تم میں سے افضل اور خیر و برکت سے بھرا ہوا وہی ہے جس کی رفتار اپنے اہل سے خیر و برکت کی ہے -

عرصہ قریب پندرہ برس کے گذرتا ہے جب سے حضرت نے بار دیگر خدا تعالےٰ کے امر سے معاشرت کے بھاری اور نازک فرض کو اٹھایا ہے - اس اثنا میں کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ خانہ جنگی کی آگ مشتعل ہوئی ہو -

کوئی بشر خیال کر سکتا ہے کہ ضعیف اور کم علم جنس کی طرف سے اتنے دراز عرصہ میں کوئی ایسی ادا یا حرکت خلاف طبع سرزد نہ ہوئی ہوگی؟ تجربہ اور عرف عام گواہ ہے کہ خانہ نشین ہم پہلو کج طبعی اور جہالت سے کیسے کیسے رنج دہ امور کے مصدر ہوا کرتے ہیں - باایں ہمہ وہ ٹھنڈا دل اور بہشتی قلب قابل غور ہے جسے اتنی مدت میں کسی قسم کی رنج اور تنغص عیش کی آگ کی آنچ تک نہ چھوئی ہو -

وہ کڑوا گوشت کا ٹکڑا جو تمام زہروں کا مخزن اور ہر قسم کے غل اور حسد اور کینہ اور عداوت کا منشاء ہے اور جو اس عالم میں دوزخ دربغل ہے اگر کسی شخص سے قطعاً مسلوب نہ ہو چکا ہو اور خدائے قدوس کے دست خاص نے اس کا تزکیہ و تطہیر اور شرح صدر نہ کیا ہو تو خیال نہیں آسکتا ہے کہ اس پرپیچ و تاب اور آتش ناک زندگی میں ایسے سکون اور وقار اور جمعیت سے زندگی بسر کر سکے؟

ایک ہی خطرناک اور قابل اصلاح عیب ہے جو سارے اندرونی

فتنوں کی جڑ ہے۔ وہ کیا؟ بات بات پر نکتہ چینی اور چڑ۔ اور یہ عیب ایسے منقبض اور تنگ دل کی خبر دیتا ہے کہ جس کی نسبت بآسانی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ اس عالم میں دم نقد دوزخ میں ہے۔

دس برس سے میں بڑی غور اور نکتہ چینی کی نگاہ سے ملاحظہ کرتا رہا ہوں اور پوری بصیرۃ سے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ حضرت اقدس کی جبلت پاک میں شیطان کے اس مس کا کوئی ہی حصہ نہیں۔

میں خود اپنے اوپر اور اکثر افراد پر قیاس کرکے کہہ سکتا ہوں کہ یہی اعتراض اور نکتہ چینی اور حرف گیری اور بات بات میں چڑچڑا پن کی فطرت ہے جس نے بہتوں کے آرام اور عیش کو مکدر کر رکھا ہے اور ہر ایک شخص جسکی ایسی طبیعت ہے (اور قلیل اور بہت ہی قلیل ہیں جو اس عیب سے منزہ ہیں) اُس کہا جانے والی آگ کے فوری اثر کو محسوس کرتا اور گواہی دے سکتا ہے کہ بالآخر یہی فطرت ہے جو تمام اخلاقی مفاسد کی اصل اصول ہے اور اس سے زیادہ خدا اور مخلوق کے حقوق کی تباہی کی بنیاد باندھنے والی کوئی شے نہیں اور بالاخر یہی تلخی آفرین طبیعت ہے جس نے اس عالم کو دار الکدورت اور بیت المحن بنا رکھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کی کتاب حکیم نے جہاں چاہا ہے کہ اُس دوسرے عالم کا دارُ السلام اور بیت السرور ہونا ثابت کرے اور اس کی قابل رشک خوشیوں اور راحتوں کا نقشہ بالمقابل اس عالم کے دکھائے اِن الفاظ سے بہتر تجویز نہیں فرمائے۔

ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علیٰ سرر متقابلین۔

یعنے بہشت میں وہ قوت ہی انسانوں کے سینہ سے ہی نکال ڈالی جائے گی جو عداوتوں اور کینوں اور ہر قسم کے تفرقوں کی موجب ہوتی ہے۔ جس

شخص میں اسوقت نہ وہ موجود ہو ہم صاف کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسی عالم میں بہشت برین کے اندر ہے۔

اور چونکہ یہ قوت ایک چشمہ کی طرح ہے اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اور اخلاق کس پایہ اور کمال کے ہوں گے۔

اس بات کو اندرون خانہ کی خدمتگار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی تکلف اور تصنع کی زیرکی اور استنباطی قوت نہیں رکھتیں بہت عمدہ طرح سے محسوس کرتی ہیں۔ وہ تعجب سی دیکھتی ہیں اور زمانہ اور اپنے اور اپنے گردو پیش کے عام عرف اور برتاؤ کے بالکل برخلاف دیکھکر بڑے تعجب سے کہتی ہیں اور ہیں نے بارہا انہیں خود حیرت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "مرجا بیوی دی گل بڑی منّدا ہے"۔ ایک دن خود حضرت فرماتے تھے کہ "فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہییں"۔ اور فرمایا "ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہوکر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدانے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اِس کا شکر یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں"۔

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضرت اس بات سے بہت کشیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا "ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیے"۔ جن دنوں امرتسر میں ڈپٹی آتھم سے مباحثہ تھا ایک رات خان محمد شاہ مرحوم کے مکان پر بڑا مجمع تھا۔ اطراف سے بہت سے دوست مباحثہ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ حضرت اُس دن جس کی شام کا واقعہ میں بیان

کرنا چاہتا ہوں معمولاً سر درد سے بیمار ہو گئے تھے شام کو جب مشتاقان زیارت ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے - حضرت مجمع میں تشریف لائے - منشی عبدالحق صاحب لاہوری پنشنر نے کمال محبت اور رسم دوستی کی بنا پر بیماری کی تکلیف کی نسبت پوچھنا شروع کیا اور کہا آپ کا کام بہت نازک اور آپ کے سر پر بھاری فرائض کا بوجھ ہے آپ کو چاہیے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال رکھا کریں اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کے لئے ہر روز طیار ہونی چاہیے - حضرت نے فرمایا " ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پروا نہیں کرتیں "۔ اس پر ہمارے پرانے موحد خوش اخلاق نرم طبع مولوی عبداللہ غزنوی کے مرید منشی عبدالحق صاحب فرماتے ہیں - " اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے - میرا یہ حال ہے کہ میں کھانے کے لئے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے اور میرے کھانے کے اہتمام خاص میں کوئی سرمو فرق آجائے ورنہ ہم دوسری طرح خبر لے لیں - میں ایک طرف بیٹھا تھا منشی صاحب کی اس بات پر اُس وقت خوش ہوا اس لئے کہ یہ بات بظاہر میرے محبوب و آقا کے حق میں تھی اور میں خود فرط محبت سے اسی سوچ بچار میں رہتا تھا کہ معمولی غذا سے زیادہ عمدہ غذا آپ کے لئے ہونی چاہیے اور ایک دماغی محنت کرنے والے انسان کے حق میں لنگر کا معمولی کھانا بدل ما یتحلل نہیں ہو سکتا " اس بنا پر میں نے منشی صاحب کو اپنا بڑا موید پایا اور بے سوچے سمجھے (درحقیقت اُن دنوں الہیات میں میری معرفت ہنوز بہت سادہ سی چاہتی تھی) بوڑھے صوفی

اور عبد اللہ غزنوی کی صحبت کے تربیت یافتہ تجربہ کار کی تائید میں بول اٹھا کہ ہاں حضرت! منشی صاحب درست فرماتے ہیں حضور کو بھی چاہیئے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔ حضرت نے میری طرف دیکھا اور تبسّم سے فرمایا " ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہیئے "۔

اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے میں زکی الحس آدمی اور اُن دنوں تک عزت و بے عزتی کو دنیا داروں کی عرفی اصطلاح کے قالب میں ڈھلنے اور اپنے تئیں ہر بات میں کچھ سمجھنے اور ماننے والا بس خدا ہی خوب جانتا ہے کہ میں اُس مجمع میں کس قدر شرمندہ ہوا۔ اور مجھے سخت افسوس ہوا کہ کیوں میں نے ایک لمحہ کے لئے ہی بوڑھے تجربہ کار نرم خو صوفی کی پیروی کی۔

برادران! اس ذکر سے جسے میں نے نیک نیتی سے لکھا ہے میری غرض یہ ہے کہ اس انسان میں جو مجبولاً پاکیزہ فطرت اور حقوق کا ادا کرنے والا اور اخلاق فاضلہ کا معلّم ہو کر آیا ہے اور دوسرے لوگوں میں جنہیں نفس نے مغالطہ دے رکھا ہے کہ وہ بھی کسی کی صحبت میں کوئی گھاٹی طے کر چکے ہیں اور ہنوز وہی اخلاق سے ذرہ بھی حصہ نہیں لیا بڑا فرق ہے۔

ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی۔ اُس بدمزاج دوست کا واقعہ سُنکر آپ معاشرت نسواں کے بارہ میں دیر تک گفتگو کرتے رہے اور آخر میں فرمایا " میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے۔ اور با اینہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ مونہہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔

مجھے اس بات کے سننے سے اپنے حال اور معرفت اور عمل کا خیال کر کے کس قدر شرم اور ندامت حاصل ہوئی بجز خدا کے کوئی جان نہیں سکتا - میری روح میں اُس وقت میخ فولادی کی طرح یہ بات جاگزین ہوئی کہ یہ غیر معمولی تقوی اور خشیۃ اللہ اور دقائق تقوی کی رعایت معمولی انسان کا کام نہیں ورنہ ہمیں اور ہمارے امثال سیکڑوں اسلام اور اتباع سنت کے دعوی میں کم لاف زنی نہیں کیا کرتے اور اسمیں شک نہیں کہ متمرد بیباک اور حدود الٰہیہ سے متکبرانہ تجاوز کرنیوالے بھی نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ قوت قدسیہ اور نیز شامہ ہمیں نہیں ملی یا اور عوارض کے سبب سے کمزور ہوگئی ہے - ہم بڑی سے بڑی سعادت اور اتقا اسمیں سمجھتے ہیں کہ موٹے موٹے گناہوں اور معاصی سے بچ رہیں اور بڑے ہی بڑے اور موٹے گناہوں کے سوا دقائق معاصی اور مشتبہات کی طرف ہم التفات نہیں کرتے یہ خود بیں کامل ایمان اور کامل عرفان اور کامل تقوی سے ملتی ہے جو حضرت اقدس امام الزمان علیہ السلام کو عطا ہوئی ہے اور بیشک اُسوقت لسان اور جنان کے سچے اتفاق سے کہا اور تسلیم کیا کہ اگر اور ہزاروں باہرہ حجتیں آپکے منجانب اللہ ہونے پر جو آفتاب سے زیادہ درخشاں ہیں نہ بھی ہوتیں جب بھی یہی ایک بات کہ غیر معمولی تقوی اور خشیۃ اللہ آپ میں ہے کافی دلیل تھی -

بڑے بڑے متناصف صوفیوں اور دنیا و ما فیہا سے دل برداشتگی اور وارفتگی کے شعار اور وزیاں رکھنے والے زاہدوں اور بڑے بڑے اتباع کے مدعیوں اور علماء رسوم کو دیکھا گیا ہے کہ جلوت میں ابنائے دنیا کے حضور گربہ مسکین کی طرح بیٹھتے ہیں اور ہر ایک دقیقہ کے بعد سر اُٹھا کر اور سینہ اُبھار کر ایک آہ سرد بھر دیتے ہیں اور مشتاقان

سخن کے انتظار شدید کے بعد بھی زبان پاک کو کلام سے اگرچہ موزوں اور برمحل کیوں نہ ہو آلودہ نہیں کرتے گھر میں بدمزاج اور گرگ و پلنگ ہیں۔

ھندوستان میں ایک نامی گرامی سجادہ نشین ہیں لاکھ سے زیادہ اُن کے مُرید ہیں اور خدا کے قرب کا اُنھیں دعویٰ بھی بڑا ہے اُن کے بہت ہی قریب متعلقین سے ایک نیکبخت عورت کو کچھ مدّت سے ہمارے حضرت کے اندرون خانہ میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ وہ حضرت اقدس کا گھر میں فرشتوں کی طرح رہنا نہ کسی سے نوک ٹوک نہ چھیڑ چھاڑ جو کچھ کہا گیا اسطرح مانتے ہیں جیسی ایک واجب الاطاعت مطاع کے امر سے انحراف نہیں کیا جاتا ان باتوں کو دیکھکر وہ حیران ہو ہو جاتیں اور بارہا تعجب سے کہہ چکی ہیں کہ ہماری حضرت شاہصاحب کا حال تو سراسر اس کے خلاف ہے وہ جب باہر سے زنانہ میں آتے ہیں ایک ہنگامہ رستخیز برپا ہو جاتا ہے اُس لڑکے کو گھور اُس خادمہ سے خفا اُس بچہ کو مار بیوی سے تکرار ہو رہی ہے کہ نمک کھانے میں کیوں زیادہ یا کم ہوگیا یہ برتن یہاں کیوں رکھا ہے اور وہ چیز وہاں کیوں دھری ہے تم کیسی پھوہڑ بد مذاق اور بے سلیقہ عورت ہو اور کبھی جو کھانا طبع عالی کے حسب پسند نہ ہو تو آگے کے برتن کو دیوار سے پٹخ دیتے ہیں اور بس ایک کہرام گھر میں مچ جاتا ہے۔ عورتیں بلک بلک کر خدا سے دعا کرتی ہیں کہ شاہ صاحب باہر ہی رونق افروز رہیں۔ غضّ بصر اور عفو اور چشم پوشی کے جزئیات بڑا لمبا مفصل مضمون چاہتی ہیں۔ موٹی سے موٹی سمجھ کی کام کاج کرنے والی عورتیں ایسا یقین اس بات پر رکھتی ہیں جیسے اپنے وجود پر کہ حضرت کسی کی طرف آنکھ اُٹھاکر نہیں دیکھتے۔ ہفتوں مہینوں اندر صحن میں پھرا کریں اور عورتوں

کے مجمع میں سے ہر روز کیوں نہ گذرا کریں کبھی بھی آنکھ اُٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھتے ہمیشہ نظر بر پشت پا دوختہ رہتے ہیں۔ عجب سکون اور جمعیت باطن اور فوق العادہ وقار اور حلم ہے کہ کیسا ہی شور اور غلغلہ برپا ہو جائے جو عموماً قلوب کو پر کاہ کی طرح اُڑا دیتا اور شور اور جائے شور کی طرف خواہ نخواہ کھینچ لاتا ہے حضرت اُسے ذرہ بھر بھی محسوس نہیں کرتے اور مشوش الاوقات نہیں ہوتے۔ یہی ایک حالت ہے جس کیلئے اہل مذاق تڑپتے اور سالک ہزار دست و پا مارتے اور رو رو کر خدا سے چاہتے ہیں۔ مینے بہت سے قابل مصنفوں اور لائق محرروں کو سنا اور دیکھا ہے کہ کمرہ میں بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں اور ایک چڑیا اندر گھس آئی ہے اُس کی چڑ چڑ سے اسقدر حواس باختہ اور سراسیمہ ہوے ہیں کہ تفکر اور مضمون سب نقش برآب ہو گیا اور اُسے مارنے نکالنے کو یوں لپکے ہیں جیسے کوئی شیر اور چیتے پر حملہ کرتا یا سخت اشتغال دینے والے دشمن پر پڑتا ہے۔ ایک بڑے بزرگ **صوفی صاحب** یا قاضی صاحب کی بڑی صفت اُن کے پیرو جب کرتے ہیں یہی کرتے ہیں کہ وہ بڑے نازک طبع ہیں اور جلد برہم ہو جاتے ہیں اور تھوڑی دیر آدمی اُن کے پاس بیٹھے تو گھبرا جاتے ہیں اور خود بھی فرماتے ہیں کہ میری جان پر بوجھ پڑ جاتا ہے۔ مدت ہوئی ایک مقام پر میں خود اُنھیں دیکھنے گیا شاید دس منٹ سے زیادہ میں نہ بیٹھا ہوں گا جو آپ مجھسے فرماتے ہیں کچھ اور کام بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جمعیت قلب اور کوہ وقاری اور حلم اکسیر ہے جسمیں ہو اور یہی صفت ہی جس سے اولیاء اللہ مخصوص اور ممتاز کیے گئے ہیں۔ مینے دیکھا ہے کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں یہاں تک کہ عربی

زبان میں بے مثل فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں اور یاں ہنگامہ قیامت برپا ہے۔ ذی تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں چیخ رہی ہیں چلا رہی ہیں یہانتک کہ بعض آپسمیں دست و گریبان ہو رہی ہیں اور پوری زنانہ کر نوتیں کر رہی ہیں۔ مگر حضرت یوں لکھے جا رہے ہیں اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں یہ ساری لانظیر اور عظیم الشان کتابیں عربی اردو فارسی کی ایسے ہی مکانو میں لکھی ہیں۔ میںنے ایک دفعہ پوچھا اتنے شور میں حضور کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔ مسکرا کر فرمایا میں سنتا ہی نہیں تشویش کیا ہو اور کیونکر ہو۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے محمود چار ایک برس کا تھا حضرت معمولا اندر بیٹھے لکھ رہے تھے میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا پہلے کچھ دیر تک آپسمیں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دلمیں آئی ان مسودات کو آگ لگادی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں سر اٹھاکر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اتنے میں آگ بجھگئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق عبارت کے ملانیکے لئے کسی گذشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش اُس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے۔ آخر ایک بچہ بول اُٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیے عورتیں بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدندان کہ اب کیا ہوگا۔ اور درحقیقت عادتاً ان سب کو علیٰ قدر مراتب بری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں خوب ہوا اسمیں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی

اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔ اس موقع پر
بھی ابنائے زمانہ کی عادات سے مقابلہ کئے بغیر ایک نکتہ چیں نگاہ کو اس نظارہ
سے واپس نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسا ہی ایک دفعہ اتفاق ہوا جن دنوں حضرت
تبلیغ لکھا کرتے تھے **مولوی نورالدین صاحب** تشریف لائے حضرت نے
ایک بڑا بھاری دو ورقہ مضمون لکھا اور اس کی فصاحت و بلاغت خداداد پر حضرت
کو ناز تھا اور وہ فارسی ترجمہ کیلئے مجھے دینا تھا مگر یاد نہ رہا اور جیب میں رکھ لیا اور باہر
سیر کو چلدیئے مولوی صاحب اور جماعت بھی ساتھ تھی واپسی پر کہ ہنوز راستہ
ہی میں تھے مولوی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ دیدیا کہ وہ پڑھکر عاجز راقم کو دیدیں
مولوی صاحب کے ہاتھ سے وہ مضمون گر گیا واپس ڈیرہ میں آئے اور بیٹھ گئے
حضرت معمولاً اندر چلے گئے میں نے کسی سے کہا کہ آج حضرت نے مضمون نہیں بھیجا اور
کاتب سر پر کھڑا ہے اور ابھی مجھے ترجمہ بھی کرنا ہے۔ مولوی صاحب کو دیکھتا ہوں
تو رنگ فق ہو رہا ہے آپ نے نہایت بیتابی سے لوگوں کو دوڑایا کہ [illegible]
لیکن کاغذ راہ میں گر گیا۔ مولوی صاحب اپنی جگہ بڑے خجل اور حیران تھے
کہ بڑے خفت کی بات ہے حضرت کیا کہیں گے یہ عجیب ہوشیار آدمی ہے ایک کاغذ
اور ایسا ضروری کاغذ بھی سنبھال نہیں سکا۔ حضرت کو خبر ہوئی معمولی ہشاش بشاش
چہرہ تبسم ریز لب تشریف لائے اور بڑا عذر کیا کہ مولوی صاحب کو کاغذ کے گم ہونے سے
بڑی تشویش ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اسقدر دوا دوش اور تگاپو کیوں کیا
گیا میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر ہمیں عطا فرمادیگا۔
برادران! ان سب باتوں کی جڑ خدائے زندہ اور قادر کی ہستی پر ایمان ہے

یہ ایمان ہر وقت قوی کو زندہ اور تازہ رکھتا اور ہر قسم کی پژمردگی اور افسردگی سے بچاتا رہتا ہے جو دنیا داروں کو بسا اوقات بڑے بڑی شرمناک حرکات پر مجبور کرتی ہے - ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ کو سخت دردسر ہو رہا تھا اور میں بھی اندر آپکے پاس بیٹھا تھا اور باہر حد سے زیادہ شور و غل برپا تھا مینے عرض کیا جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی فرمایا ہاں اگر چپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے مینے عرض کیا تو جناب کیوں حکم نہیں کرتے فرمایا آپ انکو نرمی سے کہدیں میں تو کہہ نہیں سکتا - بڑی بڑی سخت بیماریوں میں الگ ایک کوٹھری میں پڑے ہیں اور ایسے خاموش پڑے ہیں کہ گویا مزہ میں سو رہے ہیں - کسی کا گلہ نہیں کہ تو نے ہمیں کیوں نہیں پوچھا اور تو نے ہمیں پانی نہیں دیا اور تو نے ہماری خدمت نہیں کی - مینے دیکھا ہے کہ ایک شخص بیمار ہوتا ہے اور تمام تیمار دار اُس کی بدمزاجی اور چڑچڑے پن سے اور بات بات پر بگڑ جانے سے پناہ مانگ اُٹھتے ہیں اسے گالی دیتا ہے مکے گھورتا ہے اور بیوی کی تو شامت آجاتی ہے بیچاری کو نہ دن کو آرام اور نہ رات کو چین - کہیں تکان کی وجہ سے ذری اونگھ گئی ہے بس پھر کیا خدا کی پناہ آسمان کو سر پر اُٹھا لیا - وہ بیچاری حیران ہے ایک تو خود چور چور ہو رہی ہے اور ادھر یہ فکر لگ گئی ہے کہ کہیں مارے غضب و غیظ کے اس بیمار کا کلیجہ پھٹ نہ جائے - غرض جو کچھہ بیمار اور بیماری کی حالت ہوتی ہے خدا کی پناہ کون اس سے بیخبر ہے - برخلاف اس کے سالہا سال سے دیکھا اور سنا ہے کہ جو طمانیت اور جمعیت اور کسی کو بھی آزار نہ دینا حضرت کے مزاج مبارک کو صحت میں حاصل ہے وہی سکون حالت بیماری میں بھی ہے اور جب بیماری سے افاقہ ہوا معاً وہی خندہ

روئی اور کشادہ پیشانی اور پیار کی باتیں۔ میں بسا اوقات عین اسوقت پہونچا ہوں جب کہ ابھی ابھی سر درد کے لمبے اور سخت دورہ سے آپ کو افاقہ ہوا آنکھیں کھولکر میری طرف دیکھا ہے تو مسکرا کر دیکھا ہے اور فرمایا ہے الحمد للہ تعالیٰ کا فضل ہے اُسوقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا آپ کسی بڑے عظیم الشان دل کشا نزہت افزا باغ کی سیر سے واپس آئے ہیں جو یہ چہرہ کی رنگت اور چمک دمک اور آواز میں خوشی اور لذت ہے۔ میں ابتدائے حال میں ان نظاروں کو دیکھکر بڑا حیران ہوتا تھا اس لئے کہ میں اکثر بزرگوں اور حوصلہ اور مردانگی کے مدعیوں کو دیکھ چکا تھا کہ بیماری میں کیا چولہ بدل لیتے ہیں اور بیماری کے بعد کتنی کتنی مدت تک ایسے سڑیل ہوتے ہیں کہ الامان۔ کسی کی تقصیر آئی ہے جو بھلے کی بات منہ سے نکال بیٹھے۔ بال بچے بیوی دوست کسی او پرے کو دور سے ہی اشارہ کرتے ہیں کہ دیکھنا کالا ناگ ہے نزدیک نہ آنا۔ اصل بات یہ ہے کہ بیماری میں بھی ہوش و حواس اور ایمان اُسی کا ٹھکانے رہتا ہے جو صحت کی حالت میں مستقیم الاحوال ہو اور دیکھا گیا ہے کہ بہت سے تندرستی کی حالت میں مغلوب غضب شخص بیماری میں خاص کر غلبۂ مستی اور شدت جوش سے مصروع ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں ایمان اور عرفان اور استقامت کے پرکھنے کے لئے بیماری بڑا بھاری معیار ہے جیسے سکر اور خواب میں بڑبڑانا اور خواب دیکھنا حقیقی تصویر انسان کی دکھا دیتا ہے بیماری بھی مومن اور کافر اور دلیر اور بد دل کے پرکھنے کیلئے ایک کسوٹی ہے۔ بڑا مبارک ہے وہ جو صحت کی حالت میں جوش اور جذبات نفس کی باگ کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دیتا۔

برادران! چونکہ موت یقینی ہے اور بیماریاں بھی لابدی ہیں کوشش کرو کہ

مزاجوں میں سکون اور قرار پیدا ہو۔ اسلام پر خاتمہ ہوتا جس کی تمنا ہر مسلمان کو ہی اور جو اُمید و بیم میں معلق ہے اسی پر موقوف ہے کہ ہم صحت میں ثبات و تثبیت اور استقامت و اطمینان پیدا کرنیکی کوشش کریں ورنہ اُس خوفناک گھڑی میں جو حواس کو سراسیمہ کر دیتی اور عقاید اور خیالات میں زلزلہ ڈالدیتی ہے تثبیت اور قرار دشوار ہے۔ خدا تعالی فرماتا ہے یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یہ تثبیت یہی ہے جو میں حضرت خلیفۃ اللہ کی سیرت میں دکھا چکا ہوں۔ وہ انسان اور کامل انسان جس پاس دنیا کی آگ اس دنیا کی آفات اور مکروہات کی آگ یہاں کچھ بھی اثر نہیں کر سکی وہ وہی مومن ہے جسے دوزخ کہیگی کہ اے مومن گذر جا کہ تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا ہے۔ ای بہشت کو دونو جیبوں میں اسی طرح موجود رکھنے والے برگزیدہ خدا جسطرح آجکل لوگ جیبوں میں گھڑیاں رکھتے ہیں تو یقیناً خدا سے ہے۔ ہاں تو اس کثیف اور مکروہ دنیا سے نہیں ورنہ وجہ کیا کہ یہ دنیا اپنی آفات و امتحانات کے پہاڑ تیرے سر پر توڑتی ہی اور وہ یوں تیرے اوپر سے ٹل جاتے ہیں جیسے بادل سورج کی تیز شعاعوں سے پھٹ جاتے ہیں۔ لاکھوں انسانوں میں یہ تیرا نرالا قلب اور خوق العادت جمعیت اور سکون اور ٹھیرا ہوا مزاج جو تجھے بخشا گیا ہے یہ کس بات کی دلیل ہے یہ اس لئے ہے کہ تو صاف ٹھہر کر پہچانا جائے کہ تو زمینی نہیں ہے بلکہ آسمانی ہی آہ اس زمین کے فرزندوں نے تجھے نہیں پہچانا حق تو یہ تھا کہ آنکھیں تیری راہ میں فرش کرتے اور دلوں میں جگہ دیتے کہ تو خدا کا موعود خلیفہ اور حضرت

خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خادم اور اسلام کو زندہ کرنیوالا ہے۔
ہاں تو چشم پوشی اور فراخ حوصلگی کی کیا کیا تعریف کروں۔ ایک عورت نے
اندر سے کچھ چاول چرائے چور کا دل نہیں ہوتا اور اس لئے اُس کے اعضا میں غیر
معمولی قسم کی بیتابی اور اس کا ادھر اُدھر دیکھنا بھی خاص وضع کا ہوتا ہے کسی
دوسرے تیز نظر نے تاڑلیا اور پکڑ لیا۔ شور پڑ گیا۔ اس کی بغل سے کوئی پندرہ
سیر کی گٹھڑی چاولوں کی نکلی۔ ادھر سے ملامت اُدھر سے پھٹکار ہو رہی تھی
جو حضرت کسی تقریب سے اُدھر آنکلے پوچھنے پر کسی نے واقعہ کہہ سنایا۔ فرمایا محتاج ہے
کچھ تھوڑے سے اسے دیدو اور فضیحت نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار
کرو۔ کبھی کسی سے باز پرس نہیں کرتے کہ یہ تمھاری حرکات نازیبا ہیں اور تم نے
کیا بیہودہ بکواس شروع کر رکھا ہے گھر بار میں رعب اور جلال ہے ہر ایک عورت
اور بچہ کو جیسے یہ کامل یقین ہے کہ حضرت سزا دینے والے نہیں اس کے ساتھ یہ بھی
ہے کہ ادب اور ہیبت اور احترام ان کے دلوں میں پلایا گیا ہے اور ڈرتے بھی ایسے ہیں
جیسے کسی بڑے سخت گیر سے۔ میں اس ڈر اور ہیبت اور معاً محبت اور مودت
کو نہ تو دنیا کے کسی پیرایہ میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ کسی دنیا کے بیٹے کو سمجھا سکتا ہوں
اس کو وہ مومن ہی خوب سمجھ سکتا ہے جس کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو۔ ایک طرف تو
خدا کا جلال اور عظمت اور خشیت اور تقویٰ ایسے طور سے بیان کی گئی ہے کہ تصور سے
پیٹھ کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور ایک جوان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور باایں ہمہ
عشاق اس کی طرف یوں بڑھتے ہیں جیسے شیر خوار بچہ ماں کی پستان کی طرف۔
حالانکہ فطرتاً انسان ڈراونی چیز سے بھاگتا ہے مگر وہ بات کیا ہے کہ روحیں آگ اور

پانی کے سمندروں کی کچھ بھی پروا نہ کرکے خدا سے ملنے کو تڑپتے ہیں خدا تعالیٰ کے مظہروں اُس کے خلیفوں کی ہیبت اور عظمت اُس شخص کی مانند نہیں ہوتی جو قہر اور سطوت سے غصباً قلوب پر متمکن ہو جاتا اور ایک خوفناک زہریلی سانپ کیطرح غضب کے مقناطیسی اثر سے چھوٹے جانداروں کو بیہوش کر دیتا ہے اور نہ اُن کا حلم اور فروتنی ایک بیغیرت بدول کیسی ہوتی ہے جو لازماً ہر آنکھ اور دل سے اُتر جاتا ہے اُن کی ہیبت محبت اور پیار سے ملی ہوئی اور اُنکا پیار ادب اور عظمت کو ساتھ لئے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے سایہ کے نیچے پاکیزگی اور طہارت اور عفت اور تقویٰ اور اوامر الٰہی کی پابندی آرام پاتی ہے اور شیطان اور اُس کی ذریت کو ان جگہوں میں دخل نہیں ملتا ورنہ ممکن ہے کہ گرفت نہ ہو کسی قسم کی کوئی دھمکی اور سزا نہ ہو اور نظام میں خلل نہ آجائے اور گھر سارے لوازم میں معاشرت کے عمدہ سے عمدہ محاسن کا قابل تقلید نمونہ ہو۔ ایک تندخو جسکا نفس پر ذرا بھی قابو نہیں اور جو درحقیقت اپنے آپ میں ہر وقت جلتے ہوئے تنور میں پڑا ہے یہ سنکر جلد بول اُٹھیگا اور انکار اور استبعاد سے میرے اس بیان کو دیکھے گا اس لئے کہ اُس کے نزدیک اصطلاحی رعب اور ادب اور غیرت قائم رکھنے کے لئے شیر کی طرح چین بجبیں رہنا اور چیتے کی طرح موچھوں کو تاؤ دیتے رہنا اور سیہہ کے کانٹوں کی طرح کھڑا رکھنا ضروری ہے مگر اُس نے ٹھوکر کھائی ہے اور اُس کے شریر نفس نے اُسے سخت دھوکا دیا ہے کاش اُسے خبر ہوتی کہ اُس کا سارا گلہ اُس سے بیزار ہے اور وہ اُس وقت بڑے خوش ہوتے ہیں جب وہ گرگ وش گلہ بان اُن کے سر پر نہ ہو۔ کبھی گھر میں حساب نہیں لیتے کہ جتنا تم نے مانگا تھا واقعی اُتنا خرچ بھی ہوا

اور کہاں کہاں ہوا اور اتنا زیادہ لیا گیا - اور فلاں چیز اُس اندازہ سے کم ہے
اور اُن اخراجات اور آمدنیوں کے لئے کوئی حساب کتاب یا بہی کھاتہ نہیں - خدا
تعالیٰ نے آپ کا قلب ایسا وسیع اور صدر ایسا منشرح بنایا ہے کہ ان امور کی
فکریں اور کاوشیں اور یہ مادی تجسس اُسمیں دخل پا ہی نہیں سکتے - میں مانتا ہوں
کہ ایک دنیا دار جسکا خدا اپنا ہی ناتوان نفس ہے یہ چال اختیار نہیں کر سکتا اور
نہ کرنی چاہتا ہے اور اگر وہ تکلف سے اختیار بھی کرے تو ممکن ہے کہ اُس کا سارا
شیرازہ اُدھڑ جائے اور تار و پود ٹوٹ پھوٹ جائے مگر زندہ اور قادر خدا پر
ایمان رکھنے والوں کے قول اور فعل نرالے ہی ہوتے ہیں - اُنکی رہنی اور خدا پر
غیر مذبذب بھروسہ میں نامراد نہونے کا صاف ثبوت یہی ہے کہ سب سے زیادہ
مستقیم الاحوال اور اُن محتمل اور ممکن تباہیوں اور خانہ ویرانیوں سے محفوظ
ہیں جو ایسی صورتوں میں ایک دنیا دار کے خیال و گمان میں آتی ہیں - اور
درحقیقت خدا والوں کو ان جزرسیوں اور بہی کھاتوں کی فکروں سے جو شامت
اعمال اور عدم تقویٰ سے کلاب الدنیا کے طائر عنق ہو رہی ہیں کیا تعلق ہے
ایک روز حضرت اقدس فرماتے تھے اگر انسانوں میں تقویٰ ہوتا تو پرندوں کی طرح
بھوکے نکلتے اور پیٹ بھر کر واپس آتے - درحقیقت یہ آگ طلب دنیا کی جسنے
آدم کے بیٹے کو کتے کی جنس سے بنا دیا ہے کہ ہر وقت ہانپتا رہتا اور ایک اندرونی
جلن ہے جو اسے لگی ہوئی ہے اس کی جڑ خدا کے وعدوں پر یقینی اعتماد اور توکل
نہ ہونا اور اپنے ہی قویٰ کو اُمید و بیم کا مرجع ٹھہرانا ہے سو طالب بھی ضعیف اور
مطلوب بھی ضعیف نتیجہ یہی ہونا چاہیے کہ اسے کبھی قرار نہ آئے - آج مادی

دنیا کے آگے یہ باتیں ہنسی ہیں اور وہ ایسے لوگوں کو بڑی فراخ حوصلگی سے
نیم مجنون اور مخبط الحواس کا لقب دیتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ وہ اس
سائنس سے بیخبر ہیں اور ہوا پرستی نے خدا پرستی کے قوی اور حواس تباہ کر دئے ہیں۔
الغرض حضرت کو ہر متنفس پر وثوق ہے اور بالبداہت ہر ایک کو سچا سمجھتے
ہیں۔ کیسی ہی خستہ حال اور گھنونی صورت و وضع کی کوئی عورت ہو جس کو دیکھکر
ایک بدظن اور اس عالم کا تیز حس یہ چاہے کہ اس کے آگے سے دور ہو جائے
اور وہ بات کرے تو کان بند کرلے اور اس سے پہلے آنکھہ پر اور ناک میں ہاتھہ
اور انگلی رکھدے حضرت ہیں کہ گھنٹوں ایسی جمعیت اور قرار سے اُسکی بات
سُننے جا رہے ہیں کہ گویا ایک عندلیب شیریں مقال چہچہا رہی ہے یا ایک طوطی عذب
البیان ہے جو دلچسپ نقل لگا رہی ہے کیسی بے تکی اور بیمعنی باتیں کوئی کرے کبھی ایک اشارہ تک نہیں کیا کہ تیری باتیں فضول محض ہیں
اور ان کا سُننا اوقات کا خون کرنا ہے اور جو واقعہ سُنایا گیا اُسکی تکذیب نہیں کی
جو سودا لائی ہے اس کی چنگونگی کی نسبت باز پرس نہیں اور جو کچھہ خرچ کیا اور
جو کچھہ واپس دیا ہے آنکھہ بند کرکے لیا اور جیب میں ڈال لیا ہے۔ گاؤں کے
بہت ہی گمنام اور پست ہمت اور وضیع فطرت جولاہوں کے لڑکے اندر خدمت
کرتے ہیں اور بیسیوں روپوں کے سودے لاتے اور بارہا لاہور جاتے اور
ضروری اشیاء خرید لاتے ہیں کبھی گرفت نہیں سختی نہیں باز پرس نہیں خدا جانے
کیا قلب ہے اور درحقیقت خدا ہی ان قلوب مطہرہ کی حقیقت جانتا ہے جس نے
خاص حکمت اور ارادہ سے انہیں پیدا کیا ہے اور کیا ہی سچ فرمایا ہے
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ میز خاص غور کی اور ڈھونڈ

کی ہے آنکھ لگائی ہے کان لگائے ہیں اور ایسے اوقات میں ایک نکتہ چیں ریویو نویس کا دل و دماغ لے کر اس نظارہ کا تماشائی بنا ہوں۔ مگر میں اعتراف کرتا ہوں کہ میری آنکھ اور کان ہر دفعہ میرے ایمان اور عرفان کو بڑھانے والی بات ہی لائے اتنے دراز عرصہ میں میں نے کبھی بھی نہیں سُنا کہ اندر تکرار ہو رہی ہے اور کسی شخص سے لین دین کے متعلق باز پرس ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ کیا سکون کا دل اور پاک فطرت ہی جس میں سوء ظن کا شیطان نشیمن بنا نہیں سکا۔ اور کیا ہی قابل رشک بہشتی دل ہے جسے یہ آرام بخشا گیا ہے۔ اور پھر کوئی نقصان اور مضرت عائد حال نہیں ظاہر ہے کہ اگر یہ اغماض اور اعتماد عام معاش اور معاد کی میزان میں کم وزن ہو یعنی نظام عالم اور خدا کی نگاہ میں مکروہ ہو تو کارخانہ درہم برہم ہو جانا چاہیئے۔ مگر دن دونی رات چوگنی ترقی گواہ ہے کہ خدا ایسے ہی دلوں کو پیار کرتا ہے اگر کبھی کوئی خاص فرمایش کی ہے کہ وہ چیز ہمارے لئے تیار کر دو اور عین اُس وقت کسی ضعف یا عارضہ کا مقتضا تھا کہ وہ چیز لازماً تیار ہوتی اور اُس کے انتظار میں کھانا بھی نہیں کھایا اور کبھی کبھی جو لکھنے یا توجہ الی اللہ سے نزول کیا ہے تو یاد آگیا ہے کہ کھانا کھانا ہے اور منتظر ہیں کہ وہ چیز آتی ہے آخر وقت اُس کھانے کا گذر گیا اور شام کے کھانے کا وقت آگیا ہے اُس پر بھی کوئی گرفت نہیں۔ اور جو نرمی سے پوچھا ہے اور عذر کیا گیا ہے کہ دھیان نہیں رہا تو مسکرا کر الگ ہو گئے ہیں۔ اللہ اللہ ادنیٰ خدمتگار اور ماما کی عورتیں جو کچھ چاہتی ہیں پکاتی کھاتی ہیں اور ایسا تصرف ہے کہ گویا اپنا ہی گھر اور اثاث البیت ہے۔ اور حضرت کے کھانے کے متعلق کبھی ذہول اور تغافل بھی ہو جائے تو کوئی گرفت نہیں۔ کبھی نرم لفظوں میں

بھی یہ نہ کہا کہ دیکھو یہ کیا حال ہے تمھیں خوف خدا کرنا چاہیے۔ یہ باتیں ہیں جو یقین دلاتی ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا سچ ہے کہ میں اپنے رب کے ہاں سے کھاتا اور پیتا ہوں۔ اور حضرت امام علیہ السلام بھی فرماتے ہیں۔

من می زیم بوحی خدائی کہ با من ست　　پیغام اوست چوں نفسِ روح پرورم

حقیقت میں اگر یہ سچ نہ ہو تو کون تاب لاسکتا ہے اور ان فوق العادت فطرت رکھنے والے انسانوں کے سوا کس کا دل گردہ ہے کہ ایسے حالات پر قناعت کرسکے مجھے یاد ہے کہ حضرت لکھ رہے تھے ایک خادمہ کھانا لائی اور حضرت کے سامنے رکھدیا اور عرض کیا کھانا حاضر ہے فرمایا خوب کیا مجھے بھوک لگ رہی تھی اور میں آواز دینے کو تھا وہ چلی گئی اور آپ پھر لکھنے میں مصروف ہو گئے اتنے میں کتا آیا اور بڑی فراغت سے سامنے بیٹھکر کھانا کھایا اور برتنوں کو بھی خوب صاف کیا اور بڑے سکون اور وقار سے چلدیا۔ اللہ اللہ ان جانوروں کو بھی کیا عرفان بخشا گیا ہے۔ وہ کتا اگرچہ رکھا ہوا اور سدھا ہوا نہ تھا مگر خدا معلوم اُسے کہاں سے یہ یقین ہوگیا اور بجا یقین ہوگیا کہ یہ پاک وجود بے شر اور بے ضرر وجود ہے اور یہ وہ ہے جس نے کبھی چیونٹی کو بھی پاؤں تلے نہیں مسلا اور جس کا ہاتھ کبھی دشمن پر بھی نہیں اُٹھا۔ غرض ایک عرصہ کے بعد ہاں ظہر کی اذان ہوئی تو آپ کو پھر کھانا یاد آیا۔ آواز دی خادمہ دوڑی آئی اور عرض کیا کہ میں تو مدت ہوئی کھانا آپ کے آگے رکھکر آپکو اطلاع کرآئی تھی اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا اچھا تو اب شام کو ہی کھائیں گے۔ آپکے حلم اور طرزِ تعلیم اور قوت قدسیہ کی ایکبات مجھے یاد آئی ہے دو سال کی بات ہے تقاضائے سن اور عدم علم کی وجہ سے اللہ کچھ دن کہانی کہنے اور سُننے کا چسکا پڑگیا۔ آدھی رات

گئی تک سادہ اور معصوم کہانیاں اور پاک دل بہلانے والے قصّے ہو رہی ہیں
اور انہیں عادتاً ایسا استغراق ہوا کہ گویا وہ بڑے کام کی باتیں ہیں۔ حضرت کو معلوم
ہوا منہ سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ ایک شب سبکو جمع کرکے کہا آؤ آج ہم تمہیں اپنی کہانی
سنائیں۔ ایسی خدا لگتی اور خوف خدا دلانیوالی اور کام کی باتیں سنائیں کہ سب عورتیں
گویا سوتی تھیں اور جاگ اٹھیں سب نے توبہ کی اور اقرار کیا کہ وہ صریح بھولی ہوئی تھیں
اور اس کے بعد وہ سب داستانیں افسانہ خواب کی طرح یا دوں ہی سے مٹ گئیں۔
ایسے موقعہ پر ایک تند خو مصلح جو کارروائی کرتا اور بیفائدہ اور بے نتیجہ حرکت
کرتا ہے کون نہیں جانتا۔ ممکن ہے کہ ایک بدمزاج بدزبان ظاہر میں ڈنڈے کے زور سے
کامیاب ہو جائے مگر وہ گھر کو بہشت نہیں بنا سکتا۔ ہمارے حضرت کی سیرت اسکی لئے
اسوۂ حسنہ ہے۔ حضرت کی زوجہ محترمہ آپ سی بیعت ہیں اور آپکے منجانب اللہ
ہونے پر صدق دل سے ایمان رکھتی ہیں۔ سخت سی سخت بیماریوں اور اضطراب
کے وقتوں میں جیسا اعتماد انہیں حضرت کی دعا پر ہے کسی چیز پر نہیں۔ وہ ہر بات
میں حضرت کو صادق و مصدوق مانتی ہیں جیسے کوئی جلیل سے جلیل صحابی مانتا ہو
ان کے کامل ایمان اور راسخ اعتقاد کا ایک بیّن ثبوت سنئے۔ عورتوں کی فطرۃ میں
سَوت کا کیسا برا تصور ودیعت کیا گیا ہے۔ کوئی بھیانک قابل نفرت چیز عورت
کیلئے سَوت سے زیادہ نہیں۔ عربی میں سوت کو ضرہ کہتے ہیں۔ حضرت کی اس پیشگوئی
کے پورا ہونے کے لئے جو ایک نکاح کے متعلق ہے اور جس کا ایک حصہ خدا کے فضل سے
پورا ہو چکا ہے اور دوسرا دور نہیں کہ خدا کے بندوں کو خوش کرے حضرت
بیوی صاحبہ مکرمہ نے بارہا رو رو کر دعائیں کی ہیں اور بارہا خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر

لکھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرۃ کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے مُنہ کی باتیں پوری ہوں اور اُن سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور جھوٹ کا زوال و ابطال ہو۔ ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمھیں کیونکر پسند ہے آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھے اس کا پاس ہے کہ آپ کے مُنہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں خواہ میں ہلاک کیوں نہ ہو جاؤں۔ برادران یہ ایمان تو میں مسلمانوں کے مردوں میں بھی نہیں دیکھتا۔ کیا ہی مبارک ہے وہ مرد اور مبارک ہے وہ عورت جنکا تعلق باہم ایسا سچا اور مصفا ہے اور کیا بہشت کا نمونہ وہ گھر ہے جس کا ایسا مالک اور ایسے اہلبیت ہیں۔ میرا اعتقاد ہے کہ شوہر کے نیک و بد اور اُس کے مکار اور فریبی یا راستباز اور متقی ہونے سے عورت خوب آگاہ ہوتی ہے۔ حقیقت میں ایسے خلا ملا کے رفیق سے کونسی بات مخفی رہ سکتی ہے۔ میں ہمیشہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بڑی محکم دلیل سمجھا اور مانا کرتا ہوں آپ کے ہم عمر اور محرم راز دوستوں اور ازواج مطہرات کے آپ پر صدق دل سے ایمان لانے اور اس پر آپکی زندگی میں اور موت کے بعد پورے ثبات اور وفاداری سے قائم رہنے کو۔ صحابہ کو ایسی شامہ اور کامل تمیز بخشی گئی تھی کہ وہ اُس محمد میں جو انا بشر مثلکم کہتا اور اُس محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جو انی رسول اللہ الیکم جمیعًا کہتا صاف تمیز کرتے وہ بعض اعیان الصفا اور آپ کی بیبیاں جبیں اُس محمد سے جو بشر محض ہے ایک وقت انبساط اور بے تکلفی سے گفتگو کرتے اور کبھی کبھی معمولی کاروبار کے معاملات میں پس و پیش امدر دو قدم

بھی کرتے ہیں اور ایک وقت ایسے اختلاط اور موانست کی باتیں کر رہی ہیں کہ کوئی حجاب حشمت اور پردۂ تکلف درمیان نہیں وہی دوسرے وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل یوں سرنگوں اور متادب بیٹھے ہیں گویا لٹھے ہیں جن پر پرندے بھی بیباکی سے گھونسلا بنا لیتے ہیں اور تقدم اور رفع صوت کو آپکی حضور میں حبط اعمال کا موجب جانتے ہیں اور ایسے مطیع و منقاد ہیں کہ اپنا ارادہ اور اپنا علم اور اپنی رسم اور اپنی ہوا امر رسول کے مقابل یوں ترک کر دیتے ہیں کہ گویا وہ بےعقل اور بے ارادہ کٹھ پتلیاں ہیں ایسی مخلصانہ اطاعت اور خودی اور خود رائی کی کھچلی سے صاف نکل آنا ممکن نہیں جب تک دلوں کو کسی کے سچے پیر یا اور منجانب اللہ زندگی کا زندہ یقین پیدا نہ ہو جائے - اسی طرح میں دیکھتا ہوں حضرت اقدس کو آپ کی بی بی صاحبہ صدق دل سے مسیح موعود مانتی ہیں اور آپ کی تبشیرات بھی خوش ہوتی اور انذارات سے ڈرتی ہیں - غرض اس برگزیدہ ساعتی کو برگزیدۂ خدا سے سچا تعلق اور پورا اتفاق ہے اور علیٰ ہذا جتنا جتنا آپ کا کوئی گہرا دوست اور واقفکار جلیس ہے وہ اسی اندازہ پر آپ کی راستی کا قائل ہے اور جتنا دراز عرصہ کوئی آپ کی خدمت میں رہے وہ محبت اور نیک گمان میں دوسروں کی نسبت بہت زیادہ ترقی کر جاتا ہے - حضرت کا حوصلہ اور حلم یہ ہے کہ میں نے سیکڑوں مرتبہ دیکھا ہے آپ اوپر دالان میں تنہا بیٹھے لکھ رہے ہیں یا فکر کر رہے ہیں اور آپ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازے بند کر کے بیٹھا کرتے ہیں ایک لڑکے نے زور سے دستک بھی دی اور منہ سے بھی کہا ہے ابا بوا کھول آپ ہیں اٹھے ہیں اور دروازہ کھولا ہے کم عقل بچہ اندر گھسا ہے اور ادھر ادھر جھانک تانک کر الٹے پاؤں نکل گیا ہے - حضرت نے پھر معمولاً دروازہ بند کر لیا ہے - دو ہی منٹ گذرے ہوں گے جو پھر موجود اور زور زور سے دھکے دے رہے ہیں اور چلا رہے ہیں ابا بوا کھول آپ پھر بڑی اطمینان سے اور جمعیت سے اٹھے ہیں اور دروازہ کھول دیا ہے بچہ اب کی دفعہ بھی اندر نہیں گھسا ذرا سر ہی اندر کر کے اور کچھ منہ میں بڑبڑا کے پھر الٹا بھاگ جاتا ہے - حضرت بڑے ہشاش بشاش بڑے استقلال سے دروازہ بند کر کے اپنے

نازک اور ضروری کام پر بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی پانچ ہی منٹ گذرے ہیں تو پھر موجود اور پھر وہی گرما گرمی اور شورا شوری کہ ابا بُوا کھول اور آپ اُٹھکر اسی وقار اور سکون سے دروازہ کھول دیتے ہیں اور مُنہ سے ایک حرف تک نہیں نکلتے کہ تو کیوں آتا اور کیا چاہتا ہے اور آخر تیرا مطلب کیا ہے جو بار بار ستاتا اور کام میں حرج ڈالتا ہے۔ میںنے ایک دفعہ گن کوئی بیس دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایکدفعہ بھی حضرت کے مُنہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔ بعض اوقات دوا درمل پوچھنے والی گنواری عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں۔ "مرجاجی جرا بول کھولو تاں" حضرت اس طرح اُٹھتے ہیں جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کے ضائع کرنیوالے ہیں۔ ایک عورت بیہودہ بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے آپ وقار اور تحمل سے بیٹھے سُن رہے ہیں زبان سے یا اشارہ سے اُسکو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ دوا پوچھ لی اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے وہ خود ہی گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوتی اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں۔ اور آپ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چُست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی

تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ
تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اسطرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اللہ اللہ
کس نشاط اور طمانینت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے یہ
مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی
اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب
کا کام ہے مومن کو ان کاموں میں سُست اور بے پروا نہ ہونا چاہیئے۔ میں نے بچوں کا ذکر
کیا ہے عام خدمتگار عورتوں کی نسبت بھی آپ کا یہی رویہ ہے کئی کئی دفعہ ایک آتی اور
مطلوب چیز مانگتی ہے اور پھر پھر اسُ چیز کو مانگنے آتی ہے ایک دفعہ بھی آپ نہیں فرماتے
کہ کمبخت کیوں دق کرتی ہے جو کچھ لینا ہے ایک ہی دفعہ کیوں نہیں لے لیتی۔ بارہا میں نے
دیکھا ہے اپنے اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپ کو مضطر کر کے
پائینتی پر بٹھا دیا ہے اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک اور کوّے اور چڑیا کی کہانیاں
سُنا رہے ہیں اور گھنٹوں سُنائے جا رہے ہیں اور حضرت ہیں کہ بڑے مزہ سے سُنے
جا رہے ہیں گویا کوئی مثنوی ملّائے روم سُنا رہا ہے۔ حضرت بچوں کو مارنے اور
ڈانٹنے کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کیسے ہی بسوریں۔ شوخی کریں۔ سوال میں تنگ کریں
اور بیجا سوال کریں اور ایک موہوم اور غیر موجود شے کے لئے حد سے زیادہ اصرار
کریں آپ نہ تو کبھی مارتے ہیں نہ جھڑکتے ہیں اور نہ کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے ہیں

محمود کوئی تین برس کا ہوگا آپ لدھیانہ میں تھے میں بھی وہیں تھا گرمی
کا موسم تھا مردانہ اور زنانہ میں ایک دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا
وقت ہوگا جو میں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرت کے ادھر اُدھر کی باتوں
میں بہلانے کی آواز آئی حضرت اُسے گود میں لئے پھرتے تھے اور وہ کسی طرح چپ

نہیں ہوتا تھا۔ آخر آپ نے کہا دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے بچہ نے نئے مشغلہ کی طرف دیکھا اور ذرا چپ ہوا۔ پھر وہی رونا اور چلانا اور یہ کہنا شروع کر دیا "ابا تارے جانا" کیا مجھے مزہ آیا اور پیارا معلوم ہوا آپ کا اپنے ساتھ یوں گفتگو کرنا ویلچھا ہوا ہنسنے تو ایک راہ نکالی تھی اس نے اُس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکالی" آخر بچہ روتا روتا خود ہی جب تھک گیا چپ ہو گیا مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی کا یا شکایت کا آپ کی زبان سے نہ نکلا۔ بات میں بات آگئی حضرت بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف ہیں میں نے بار ہا دیکھا ہے ایسی کسی چیز پر برہم نہیں ہوتے جیسے جب سن لیں کہ کسی نے بچہ کو مارا ہے۔ یہاں ایک بزرگ نے ایک دفعہ اپنے لڑکے کو عادتاً مارا تھا حضرت بہت متاثر ہوئے اور انھیں بلا کر بڑی دردانگیز تقریر فرمائی فرمایا میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ فرمایا ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اُسے البتہ پہونچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ فرمایا جسطرح اور جسقدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگجائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے فرمایا میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں اول اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وہ کام لے جس سے اُس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی

رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لیے مانگتا ہوں کہ ان سے
قرۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالےٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ پھر اپنے بچوں کے لئے
دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام
بنام اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم انھیں جانتے
ہیں یا نہیں جانتے۔ اور اسی ضمن میں فرمایا حرام ہے مشیخی کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا
اس شخص کو جو ایک منٹ بھی اپنے متوسلین سے غافل رہے۔ ہاں پھر فرمایا ہدایت
اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گذار دینا
یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک
ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے یہ ایک قسم کا
شرکِ خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ آپ نے قطعی طور
پر فرمایا اور لکھکر بھی ارشاد کیا کہ ہمارے مدرسہ میں جو اُستاد مارنے کی عادت
رکھتا اور اپنی اس ناسزا فعل سے باز نہ آتا ہو اُسے یک لخت موقوف کردو۔ فرمایا
ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی
پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالےٰ
پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔
برادران۔ حضرت اقدسؑ کے اس عمل سے سبق لینا چاہیئے۔ ہماری جماعت میں
بعض ایسے بھی ہیں جو بڑے بڑے اونچے دعوے کرتے اور معرفت کی ساری
منزلوں کو طے کر جانے کے مدعی ہیں مگر اشتغال کے وقت اور پھر ادنی سی باتوں پر
درندے بنجاتے ہیں اور اپنے بچوں سے اُن کا سلوک اچھا نہیں وہ مارنے کو
فرض جانتے ہیں اور اس پر بڑے دلائل لاتے ہیں امید ہے کہ اس کے بعد تبدیلی
کریں گے۔ حضرت مکان اور لباس کی آرائش اور زینت سے بالکل غافل رہے پروا

ہیں خدا کے فضل و کرم سے حضور کا یہ پایہ اور منزلت ہے کہ اگر چاہیں تو آپ کے مکان کی اینٹیں سنگ مرمر کی ہو سکتی ہیں اور آپ کے پا انداز سندس و اطلس کے بن سکتے ہیں مگر بیٹھنے کا مکان ایسا معمولی ہے کہ زمانہ کی عرفی نفاست اور صفائی کا جاں دادہ تو ایک دم کے لئے وہاں بیٹھنا پسند نہ کرے۔ میں نے بارہا وہ تخت لکڑی کا دیکھا ہے جس پر آپ گرمیوں میں باہر بیٹھتے ہیں اُس پر مٹی پڑی ہوئی ہے اور میلا ہے جب بھی آپ نے نہیں پوچھا اور جو کسی نے خدا کا خوف کر کے مٹی جھاڑ دی ہے جب بھی التفات نہیں کیا کہ آج کیسا صاف اور پاک ہے غرض اپنے کام میں اس قدر استغراق ہے کہ ان مادی باتوں کی مطلق پروا نہیں۔ جب مہمانوں کی ضرورت کیلئے مکان بنوانے کی ضرورت پیش آئی ہے بار بار یہی تاکید فرمائی ہے کہ اینٹوں اور پتھروں پر پیسہ خرچ کرنا عبث ہے اتنا ہی کام کرو جو چند روز بسر کرنے کی گنجایش ہو جائے۔ نجار تیر بندیاں اور تختے رندہ سے صاف کر رہا تھا روک دیا اور فرمایا یہ محض تکلف ہے اور ناحق کی دیر لگانا ہے مختصر کام کرو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی اُنس نہیں ہم اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ مل کر چند روز گذارہ کر لیں۔ اور فرمایا میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میرا گھر ہو اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ و رابطہ رہے۔ برادران یہ باتیں سچی ہیں اور واقعات ان کے گواہ ہیں مکان اندر اور باہر نیچے اور اوپر مہمانوں سے کشتی کی طرح بھرا ہوا ہے اور حضرت کو بھی بقدر حصہ رسدی بلکہ تھوڑا سا ایک حصہ رہنے کو ملا ہوا ہے اور آپ اُس میں یوں رہتے ہیں جیسے سرائے میں کوئی گذارہ کرتا ہے اور اُس کے جی میں کبھی نہیں گذرتا کہ یہ میری کوٹھڑی ہے۔

لباس کا یہ حال ہے کہ پشمینہ کی بڑی قیمتی چادر ہے جس کی سنبھال اور پرتال میں ایک دنیا دار کیا کیا عذر و پرداخت کرتا اور وقت کا بہت سا حصہ بیرحمی سے اسی کی پرستش میں صرف کر دیتا ہے حضرت اُسے اسطرح خوار کر رہے ہیں کہ گویا ایک فضول کپڑا ہے۔ واسکٹ کے بٹن نیچے کے ہول میں بند کرنے سے آخر رفتہ رفتہ سبھی ٹوٹ جاتے ہیں ایک دن تعجب سے فرمانے لگے کہ بٹن کا لگانا بھی تو آسان کام نہیں ہمارے تو سارے بٹن جلدی ٹوٹ جاتے ہیں اور فرمایا حقیقت میں عمر تضیع اوقات بہت ہے اگرچہ آرام بھی ہے۔ فرمایا میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع جاتا ہے یہ بھی کسی دینی کام میں لگجائے اور فرمایا کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے مجھے سخت ناگوار ہے۔ اور فرمایا جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کرلیتا ہوں جب تک وہ کام نہ ہو جائے۔ فرمایا ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں پس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہیئے۔ جاڑے کا موسم تھا محمود نے جو اس وقت بچہ تھا آپکی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑی اینٹ ڈالدی آپ جب لیٹیں وہ اینٹ چبھے کئی روز ایسا ہی ہوتا رہا ایک دن جب وہ اینٹ جیب میں موجود تھا آپ حامد علی سے فرماتے ہیں حامد علی چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے۔ وہ حیران ہوا اور آپ کے جسد مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اُس کا ہاتھ اینٹ سے جا لگا جھٹ جیب سے نکال لی اور عرض کیا یہ اینٹ تھی جو آپ کو چبھتی تھی۔ مسکرا کر فرمایا اوہو چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں میں اس سے کھیلوں گا۔ غرض لباس سے آپ کو دلچسپی نہیں بیشک ایک دنیا پرست حقیقت ناشناس ظاہر میں اچھا لباس دیکھکر اس کنہ میں پہنچ نہیں سکتا اور فوراً

کہ وہ اپنے نفس پر قیاس کرکے کہے کہ آپ کو اچھے لباس سے تعلق ہے۔ مگر رات دن کے پاس بیٹھنے والے اُس بے التفاتی کی حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں۔ ایک روز فرمایا کہ ہم تو اپنے ماں کے کاتے اور بنائے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے اب خدا تعالیٰ کی مرضی سے یہ کپڑے لوگ لے آتے ہیں ہمیں تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان میں اور اُنھیں کوئی تفاوت نظر نہیں آتا۔

آپ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ہضم نفس ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں زمین پر آپ بیٹھے ہوں اور لوگ فرش پر یا اونچی بیٹھے ہوں آپ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ چار برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا میں دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی اُسپر لیٹ گیا حضرت ٹہل رہے تھے میں ایکدفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھا آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اُٹھے ہیں میں نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سوئے رہوں مسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرا دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے اُنھیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔

باہر مسجد مبارک میں آپکی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آدمی آپ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپ ہمیشہ داہنی صف میں ایک کونے مسجد کے اسطرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اسلئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اُسی حضور کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں ہر ایک خادم ایسا یقین

کرتا ہے کہ آپ کو مخصوصاً مجھسے ہی پیار ہے - جو جو کچھ چاہتا ہے بے تکلفی سے عرض کر لیتا ہے گھنٹوں کوئی اپنی داستان شروع رکھے اور وہ کیسی ہی بے سروپا کیوں نہ ہو آپ پوری توجہ سے سنے جاتے ہیں - بسا اوقات حاضرین اپنی بساط قلب اور وسعت حوصلہ کے موافق سنتے سنتے اکتا گئے ہیں انگڑائیاں اور جمائیاں لینے لگ گئے ہیں مگر حضرت کی کسی حرکت نے ایک لحظہ کے لئے بھی کبھی کوئی ملال کا نشان ظاہر نہیں کیا - آپکی مجلس کا یہ رنگ نہیں کہ آپ سرنگوں اور متفکر بیٹھے ہوں اور حاضرین سامنے حلقہ کیے یوں بیٹھے ہوں جیسے دیواروں کی تصویریں ہیں بلکہ وقت کے مناسب آپ تقریر کرتے ہیں اور کبھی کبھی مذاہب باطلہ کی تردید میں بڑے زور شور سے تقریر فرماتے ہیں گویا اُسوقت آپ ایک عظیم الشان لشکر پر حملہ کر رہے ہیں اور ایک اجنبی ایسا خیال کرتا ہے کہ ایک جنگ ہو رہی ہے - آپ کی مجلس کا رنگ ہو بہو نبوت کا (علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) رنگ ہے حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہی آپ کی انجمن تھی اور وہی ہر قسم کی ضرورتوں کے پورا کرنیکی جگہ تھی ایک درویش دنیا سے قطع کر کے جنگل میں بیٹھا ہوا اور اپنے تئیں اسی شغل بے شغلی میں پورا باخدا سمجھنے والا اگر ایسے وقت میں آپ کی مسجد میں آجائے کہ جب آپ جہاد کی گفتگو کر رہے ہیں اور ہتھیاروں کو صاف کرنے اور تیز کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو وہ کیا خیال کر سکتا ہے کہ آپ ایسے رحیم کریم ہیں کہ رحمۃ للعٰلمین ہونے کا حق اور بجا دعویٰ کر رکھا ہے اور ساری دنیا سے زیادہ خدا اور اُس کی مخلوق کی حقوق کی رعایت رکھنے والے ہیں -

اسیطرح ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خو کردہ تھا ہماری مسجد میں آیا - لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھکر حیران ہو گیا آپ سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں لوگ بیحابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں آپ نے فرمایا میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تند خو اور بھیانک بنکر بیٹھوں کہ لوگ مجھسے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور میں بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں

میں تو بُت پرستی کے ردّ کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بُت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔

آپ اپنے خدام کو بڑے ادب اور احترام سے پکارتے ہیں اور حاضر و غائب ہر ایک کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ میں نے بارہا سنا ہے اندر اپنی زوجہ محترمہ سے آپ گفتگو کر رہے ہیں اور اس اثنا میں کسی خادم کا نام زبان پر آگیا ہے تو بڑے ادب سے لیا ہے جیسے سامنے لیا کرتے ہیں۔ کبھی تو کر کے کسی کو خطاب نہیں کرتے تحریر میں جیسا آپ کا عام رویہ ہے "حضرت اخویم مولوی صاحب"۔ "اور اخویم حبی فی اللہ مولوی صاحب" اسی طرح تقریر میں بھی فرماتے ہیں "حضرت مولوی صاحب یوں فرماتے تھے۔" میں نے اکثر فقرا اور پیروں کو دیکھا ہے وہ عار سمجھتے ہیں اور اپنے قدر کی کاہش خیال کرتے ہیں اگر مرید کو عزت سے یاد کریں۔ کبیر شاہ ایک رند بیباک فقیر تھا اُس کا بیٹا کوئی ۲۴ - یا ۲۵ برس کی عمر کا تھا سخت بیباک شراب خوار اور تمام قسم کی منہیات کا مرتکب تھا وہ سیالکوٹ میں آیا۔ شیخ اللہ داد صاحب مرحوم محافظ دفتر جو شہر میں معزز اور اپنی ظاہری وجاہت کے سبب مانے ہوئے تھے بدقسمتی اور علم دین سے بیخبر ہونے کے سبب سے اُس کے باپ کے مرید تھے۔ وہ لڑکا آپ کے مکان میں اُترا میں نے خود دیکھا کہ وہ شیخ صاحب سے جب مخاطب ہوتا ان ہی لفظوں میں ہوتا "اللہ دادا بھائی نوں ایہ کم کرناں"۔ غرض بڑے بڑے شیخ اور پیر دیکھے گئے ہیں اُنھیں ادب اور احترام سے اپنے متوسلین کے نام لینا گویا بڑی بدکاری کا ارتکاب کرنا ہوتا ہے۔ میں نے اتنے دراز عرصہ میں کبھی نہیں سنا کہ آپ نے مجلس میں کسی ایک کو بھی تو کر کے پکارا ہو یا خطاب کیا ہو۔ اس بات کی طرف ہماری جماعت کو خصوصاً لاہوری احباب کو خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ انہیں میں نے دیکھا ہے

ایک دوسرے کا نام ادب سے لیا نہیں جاتا - ابھی ایک نوجوان قادیان میں آئے تھے وہ احباب کے ذکر کے سلسلہ میں جب کسی کا ذکر آیا ضمیر واحد اور فعل واحد کا استعمال کرتے تھے جیسے کوئی معمولی حقیر لوگوں کا ذکر کرتا ہے - افسوس بہت سے ہنوز اس حقیقت سے غافل ہیں کہ ادب کسقدر پاکیزگی اور طہارت دلونمیں پیدا کرتا اور اندر ہی اندر محبت کا بیج بو دیتا ہے وہ اپنے نفسوں کو مغالطہ دیتے ہیں جب خیال کرتے ہیں یا مُنہ سے کہتے ہیں کہ وہ آپسمیں بے تکلف دوست ہیں - اگر وہ پاک جماعت بننا چاہتے ہیں اور مبارک دنوں کے اُمیدوار ہیں تو آپسمیں چھوٹے بڑے کا امتیاز اُٹھاویں اور جات پات اور شریف و وضیع کے خیال کو پاؤں تلے مسل ڈالیں اور ہر ایک سے روبرو ادب و احترام سے پیش آئیں اور غیبت میں ادب سے نام لیں اور ذکر کریں اُسوقت یوں ہوگا کہ خداوندکریم وَ نَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ الآیہ کا مصداق اُنھیں بنادے گا اور وہ دنیا کے لئے شہدا اور مصلح ہوں گے - آپ کی ملاقات کی جگہ عموماً مسجد ہی ہے - آپ اگر بیمار نہ ہوں تو برابر پانچ وقت نماز باجماعت پڑھتے ہیں اور نماز باجماعت کیلئے ازبس تاکید کرتے ہیں اور بارہا فرمایا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کسی بات کا رنج نہیں ہوتا کہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے - مجھے یاد ہے جن دنوں آدمیوں کی آمدورفت کم تھی آپ بڑی آرزو ظاہر کیا کرتے تھے کہ کاش اپنی ہی جماعت ہو جس سے ملکر پانچوقت نماز پڑھا کریں اور فرماتے تھے میں دعامیں مصروف ہوں اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا منظور کریگا آج خدا کا یہ فضل ہے کہ پانچوں نمازونمیں اپنے ہی آدمی اسّی نوّے سے کم نہیں ہوتے فریضہ ادا کرنیکے بعد آپ معًا اندر تشریف لیجاتے ہیں - اور تصنیف کے کام میں مصروف ہوجاتے ہیں - مغرب کی نماز کے بعد آپ مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں - کھانا بھی وہیں دوستونمیں ملکر کھاتے ہیں اور عشاء کی نماز پڑھکر اندر جاتے ہیں - دوپہر کا کھانا بھی باہر احباب میں ملکر کھاتے ہیں - اُسوقت بھی کسی نہ کسی بات پر تقریر ہو جاتی ہے آپ کی ہر ادا سے صاف ترشح ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی حب جاہ اور علو نہیں اور آپ جلوت میں محض خدا تعالیٰ کے امر کی تعمیل کیخاطر

بیٹھتے ہیں ۔ فرمایا اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ خلوت اور جلوت میں سے توکسکو پسند کرتا ہے تو اُس پاکذات کی قسم ہے کہ میں خلوت کو اختیار کروں مجھی توکشاں کشاں میدان عالم میں اُنھوں نے نکالا ہے ۔ جو لذت مجھے خلوت میں آتی ہے اُس سے بجز خدا تعالیٰ کے کون واقف ہے ۔ میں قریب ۲۵ سال تک خلوت میں بیٹھا رہا ہوں اور کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربار شہرت کی کرسی پر بیٹھوں ۔ مجھے طبعاً اس سے کراہت رہی ہے کہ لوگوںمیں ملکر بیٹھوں مگر امر آمر سے مجبور ہوں ۔ فرمایا میں جو باہر بیٹھتا ہوں یا سیر کرنے جاتا ہوں اور لوگوں سے بات چیت کرتا ہوں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی بنا پر ہے ۔ آپ دینی سائل کو خواہ کیسا ہی بیباکی سے بات چیت کرے اور گفتگو بھی آپ کے دعوی کے متعلق ہو بڑی نرمی سے جواب دیتے اور تحمل سے کوشش کرتے ہیں کہ آپ کا مطلب سمجھ جائے ۔ ایکروز ایک ہندوستانی جسکو اپنے علم پر بڑا ناز تھا اور اپنے تئیں جہاں گرد اور سرد وگرم زمانہ دیدہ وچشیدہ ظاہر کرتا تھا ہماری مسجد میں آیا اور حضرت سے آپ کے دعوے کی نسبت بڑی گستاخی سے باب کلام وا کیا اور تھوڑی ہی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا آپ اپنے دعوے میں کاذب ہیں اور میںنے ایسے مکار بہت سے دیکھے ہیں اور میں تو ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں غرض ایسے ہی بیباکانہ الفاظ کہے مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا بڑے سکون سے سُنا کئے اور پھر بڑی نرمی سے اپنی نوبت پر کلام شروع کیا ۔ کسی کا کلام کیسا ہی بیہودہ اور بیموقعہ ہو اور کسی کا کوئی مضمون نظم میں یا نثر میں کیسا ہی بے ربط اور غیر موزوں ہو آپ نے سُننے کیوقت یا بعد خلوت میں کبھی نفرت اور ملامت کا اظہار نہیں کیا ۔ بسا اوقات بعض سامعین اس دلخراش لغو کلام سے گھبرا کر اُٹھ گئے ہیں اور آپسمیں نفرین کیطور پر کانا پھوسی کی ہے اور مجلس کے برخاست ہونیکے بعد تو ہر ایک نے اپنے اپنے حوصلے اور ارمان بھی نکالے ہیں مگر مظہر خدا کے حلیم اور شاکر ذات نے کبھی بھی ایسا کوئی اشارہ تک بھی نہیں کیا ۔ کوئی دوست کوئی خدمت کرے کوئی شعر بنا لائے کوئی مضمون تائید حق میں لکھے آپ بڑی قدر کرتے ہیں اور بہت ہی

خوش ہوتے ہیں اور بارہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ نکالکر ہمیں دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے اصل قبلہ ہمت آپ کا دین اور خدمت دین ہی ہے۔ فرماتے ہیں جو شخص چاہے کہ ہم اُس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیازمندی اور سوز سے اُس کے حق میں آسمان پر جائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلاوے کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بارہا قسم کھاکر فرمایا ہے کہ ہم ہر ایک شے سے محض خدا تعالی کے لئے پیار کرتے ہیں۔ بیوی ہو بچے ہوں دوست ہوں سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالی کے لئے ہے۔ کوئی شخص آپ سے محبت لگائے اور گاڑھا تعلق پیدا کرے وہ بالمقابل آپ کی محبت دیکھکر شرمندہ ہوجاتا اور اپنی محبت کو بہت کم اور پست دیکھتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا رشتہ نہیں جسے اپنے کسی متعلق کے سود و بہبود کی وہ فکر ہو جو آپ کو اپنے متوسلین کی ہے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ وہ مومن اور متقی اور خادم دین ہویوں تو عام طور پر آپ کو سب کی فلاح و صلاح مدنظر رہتی ہے مگر مومنوں کے ساتھ تو خاص محبت اور تعلق ہے میں گذشتہ اکتوبر میں بیمار ہوگیا اور اسوقت چندروز کے لئے سیالکوٹ میں گیا ہوا تھا۔ میری حالت بہت نازک ہوگئی میرے عزیز مکرم دوست میر حامد شاہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ضلع سیالکوٹ نے میری بیماری کے متعلق حضرت کو خط لکھا آپ نے اُس کے جواب میں جو خط لکھا میں اُسے درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں اس لئے کہ میرے نزدیک وہ خط حضرت کے مظہر اللہ ہونے کی بڑی دلیل ہے وانما الاعمال بالنیات اور وہ یہ ہے۔ مکرمی اخویم مولوی عبدالکریم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اسوقت قریبا دو بجے کے وقت وہ خط پہونچا جو اخویم سید حامد شاہ صاحب نے آپ کے حالات علالت کے بارہ میں لکھا ہے۔ خط کے پڑھتے ہی کو فرط غم سے وہ حالت ہوئی جو خدا تعالی جانتا ہے اللہ تعالی اپنا خاص رحم فرمائے میں خاص توجہ سے دعا کرونگا۔ اصل بات یہ ہے کہ میری تمام جماعت میں آپ دو ہی آدمی ہیں

جنھوں نے میرے لئے اپنی زندگی دین کی راہ میں وقف کر دی ہے ایک آپ ہیں اور ایک مولوی حکیم نورالدین صاحب - ابھی تک تیسرا آدمی پیدا نہیں ہوا اس لئے جس قدر تعلق ہے اور جسقدر بے آرامی ہو بجز خدا تعالی کے اور کون جانتا ہے اللہ تعالی شفا بخشے اور رحم فرمائے اور آپ کی عمر دراز کرے آمین ثم آمین - جلد کامل صحت سے مجھے اطلاع بخشیں - خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۴ ر اکتوبر ۱۸۹۹ء - خدا کا شکر ہے کہ آپ کی دعا سے مجھے صحت ہوگئی - غرض ہمارے برگزیدہ احباب کے زمرہ میں کوئی ایسا نہیں جو صدق دل سے اعتراف نہیں کرتا کہ حضرت کا ہاتھ اُس کے ہاتھ کے اوپر ہے اور ہر حال میں اوپر ہے - آپ کوئی مضمون لکھا ہوا سنائیں یا اشتہار کا مسودہ مجلس میں سنائیں اس لئے کہ آپ کی اکثر عادت ہے کہ مطبع میں دینے سے پہلے خدام کو سنا دیتے ہیں اگر کوئی گرفت کرے اور کوئی بات بتائے تو از بس خوش ہوتے ہیں - مینے اس خصلت میں آپ کو لانظیر پایا ہے - ایک مولوی اور دنیا کا مؤلف یا مصنف آگ بگولہ ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص اس کی کسی بات پر حرف رکھے اور اپنے تئیں معصوم محض مانتا ہے +

+ **نوٹ** حضرت کے تعلق کی اپنے خدام سے ایک عجیب بات + ایکدن فرمایا میرا یہ مذہب ہو کہ جو شخص ایک دفعہ مجھسے عہد دوستی باندھے مجھو اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع نہیں کرسکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کردے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اُس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اُسے اُٹھا کر لے آئیں گے - فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اسکو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیے - اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اُسی اغماض اور تحمل کے محل میں اُتارنا چاہیے - بھائیوں کو اس سیرت سے

آپ کسیکو اُس کی خطا اور لغزش پر مخاطب کر کے ملامت نہیں کرتے - اگر کسی کی حرکت ناپسند آوے تو مختلف پیرایوں میں عام طور پر تقریر کر دیں گے اگر وہ سعید ہوتا ہے تو خود ہی سمجھ جاتا اور اپنی حرکت پر نادم ہوتا ہے - آپ جب تقریر و وعظ و نصیحت کی کرتے ہیں ہر ایک ایسا ہی یقین کرتا ہے کہ یہ میرے ہی عیب ہیں جو آپ بیان کر رہے ہیں اور یوں اصلاح اور تزکیہ کا پاک سلسلہ بڑی عمدگی سے جاری رہتا ہے اور کسیکو کوئی ابتلا پیش نہیں آتا اور نہ کسیکی حمیت اور ناک کو چوٹ لگتی ہے کہ جاہلیت کی جرأت سے اور بھی گناہ پر آمادہ اور دلیر ہو - اس سیرت میں بڑا عمدہ سبق ہے اُن لوگوں کے لئے جو ذرا سا کسیکا نقص دیکھکر اصلاح کے لباس میں اُسے یوں کاٹنے پڑتے ہیں کہ درندہ بھی شرمندہ ہو جائے اور بجائے مصلحکاری کو فتنا دپھیلاتے ہیں - اس اصلاح کا اتنا ثواب نہ ہوتا جتنا وہ جنگ و جدل کر کے عقاب و عذاب خرید لاتے ہیں - افسوس میںنے اکثر مولویوں خصوصاً غیر مقلدوں کو تبلیغ میں درشت تند خو اور بدزبان پایا ہے - کیسکی ذرا مونچھیں بڑھی ہوں اور پاجامہ ذرا ٹخنوں سے نیچا ہو اور ان کی مسجد وںمیں گھس جائے تو سمجھو کہ وہ یاغستان میں گھس گیا اب خدا ہی ہے جو پھر سلامت

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶ بڑا بھاری سبق لینا چاہیے بات بات پر بگڑ جانا اور اشتعال کے وقت عامیوں اور اجنبیوں کا سا ایک دوسرے سے سلوک کرنا اُس عہد کے خلاف ہے جو ید اللہ سے باندھا گیا ہے - افسوس بہتیرے ایسے ہیں جنہوں نے ابتک اس راز کو سمجھا نہیں کہ قوم کسطرح بنتی ہے ہم سب کا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ اگر ایک کُتے کے مُنہ سے بھی وہ پیارا نام نکل جائے جسکو ہمنے آج تمام دنیا و مافیہا سے گرامی سمجھا ہے تو اُس کا مُنہ چاٹ لینے میں ذرا لیت و لعل نہ کرنا چاہیئے - پھر آپسمیں تکرار اور رنج کسقدر نامناسب بات ہے - سیٹھ صاحب نے اپنی کسی ضروری کام کے لئے ۱۰ جنوری کو اجازت مانگی اور آپکو بلانیکے لئے مدراس سے تار بھی آیا تھا حضرت نے فرمایا آپ کا اس مبارک مہینہ* میں یہاں رہنا زیادہ بہتر

اُسے درہ خیبر سے یا علی مسجد سے واپس لائے۔ افسوس یہ رحمۃ للعالمین کی سیرت بیان کرنے کے وقت تو وہ حدیث بھی بیان کر جاتے ہیں کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں پیشاب کر دیا اور آپ نے اُسے کچھ بھی نہ کہا۔ مگر عملاً کچھ بھی نہیں دکھاتے۔ مجھے خوب یاد ہے ڈاکٹر فضل الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن جن دنوں سیالکوٹ میں متعین تھے ایک دفعہ کسی کام پر مجھے ساتھ لیکر جموں گئے اور مولوی نورالدین کے ہاں فروکش ہوئے ان دنوں عبدالواحد غزنوی بھی وہیں رہا کرتے تھے ڈاکٹر صاحب نے اُسوقت بڑی بھاری بھرکم شلوار پہن رکھی تھی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی ہمیں وہاں پہونچے ہوئے۔ ہاں ہنوز وہاں بیٹھے بھی نہ تھے کھڑے ہی تھے جو مولوی غزنوی صاحب سامنے سے نمودار ہوئے۔ ہاتھ میں آپ کے پتلی سی چھڑی تھی۔ جھٹ پاس آتے ہی چھڑی ڈاکٹر صاحب کی شلوار سے لگادی اور چیں بجبیں تندخو اور ترش مگر دھیمی آواز سے اپنی افغانی اردو میں فرمایا یہ پاجامہ ٹخنوں سے نیچا ہے یہ حرام ہے۔ ڈاکٹر صاحب آزاد طبع اور ان رسوم سے قطعاً غافل اور لاپروا اسقدر برہم ہوئے کہ اگر مولوی صاحب کا پاس نہ ہوتا تو عبدالواحد کو امر بالمعروف کی کیفیت سمجھا دیتے۔ غرض انہیں ہمارے امام قدم بقدم حضور سرور عالم سید الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم کے چلتے ہیں اور عقد ہمت اور دُعا سے خطا کار کی طرف متوجہ رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے القا کے ذریعہ یا اور ذریعہ سے اصلاح کی توفیق دیتا ہے۔ آپ مجلس میں ذومعنی بات نہیں کرتے نہ کبھی آنکھ کے اشارہ سے

ضروری ہے۔ اور فرمایا ہم آپکے لئے وہ دعا کرنے کو طیار ہیں جس سے باذن اللہ پہاڑ بھی ٹل جائے فرمایا میں آجکل احباب کے پاس کم بیٹھتا ہوں اور زیادہ حصہ اکیلا رہتا ہوں یہ احباب کے حق میں ازبس مفید ہے۔ میں تنہائی میں بڑی فراغت سے دعائیں کرتا ہوں اور رات کا بہت سا حصہ بھی دعاؤں میں صرف ہوتا ہے۔ منہ

کوئی بات کرتے ہیں ۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے کسیکو لگا کر کوئی بات کی ہو یا مجلس میں کسیکو مخاطب کرکے کہا ہو کہ ہم تم پر ناراض ہیں تمھاری فلاں حرکت ہمیں ناگوار ہے اور فلاں بات مکروہ ہے ۔ آپ کو جیسا کہ خدا کی طرف سے یہ خطاب ملا اور کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے (فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۔) حقیقت میں آپ کی ذات میں ایسی لینت اور حلم اور اغماض ہے کہ مزید برآں متصور نہیں ہو سکتا ۔ اور کوئی شخص جو کسی گلہ کا گلہ بان ہونا چاہے اور متفرق افراد کو جمع کرنا چاہے جب تک اسمیں لینت نہ ہوگی ہرگز کامیاب نہ ہوگا میںنے اپنے بعض مکرم دوستوں اور بہتوں کو شکایت کرتے سنا ہے کہ کوئی انکی بات نہیں ملتا اور باوجود طرح طرح کے احسانوں کے قلوب ان کے فتراک سے متعلق نہیں ہوتے اور لوگوں میں انکی طرف سے وحشت رہتی ہے وہ حضرت امام کی سیرت اغماض اور عفو کو اپنا اسوہ بنائیں ۔ نکتہ چینی اور ٹوک اور مجلس میں ذومعنی بات اور لگا کر بات کرنی اور مجمع میں کسی پر اظہار ناراضی کرنا یک قلم ترک کردیں یہ سیرت درحقیقت ایک شیشہ یا قمقمہ ہے جسمیں ہزاروں جن اور پریاں بند کی جا سکتی ہیں یا طلسم ہے کہ جو اسمیں ایکمرتبہ پھنس جائے پھر نکلنے کی کوئی راہ نہیں ۔ اکثر دن کو باہر سیر کرنے جاتے ہیں اور راہ میں مناسب وقت تقریر کرتے ہیں ہمیشہ پشت پا پر نظر کرکے چلتے ہیں دائیں بائیں کبھی نہیں دیکھتے اور علی العموم میں خدا تعالی نے ایسی طاقت دے رکھی ہے کہ کوسوں پیادہ سفر کرسکتے ہیں ۔ حضرت کبھی پسند نہیں کرتے کہ خدام انکے پاس سے جائیں ۔ آنے پر بڑے خوش ہوتے ہیں اور جانے پر کرہ سے رخصت دیتے ہیں ۔ اور کثرت سے آنے جانے والوں کو بہت ہی پسند فرماتے ہیں ۔ اب کی دفعہ دسمبر میں بہت کم لوگ آئے اسپر بہت اظہار افسوس کیا اور فرمایا ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ کیا بنجائیں ۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں خدا تعالی نے مبعوث فرمایا ہے

وہ پوری نہیں ہوسکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں اور آنے سے ذرا بھی نہ اُکتائیں
اور فرمایا جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اُسپر بوجہ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں
ٹھیرنے میں ہمپر بوجہ ہوگا اُسے ڈرنا چاہیے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد
ہو کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا ہے ہمپر ذرا بھی
بوجہ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہونچتی ہے یہ وسوسہ ہے جسے
دلوں سے دور پھینکنا چاہیے۔ میںنے بعض کو یہ کہتے سُنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھکر کیوں حضرت
صاحب کو تکلیف دیں ہمنو نکمے ہیں یوں ہی روٹی بیٹھکر کیوں توڑا کریں۔ وہ یاد رکھیں
یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے اُن کے دلونمیں ڈالا ہے کہ اُن کے پیر یہاں جمنے نہ
نہ پائیں۔ ایک روز حکیم فضل الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں یہاں نکما بیٹھا کیا کرتا
ہوں مجھے حکم ہو تو بھیرہ چلاجاؤں وہاں درس قرآن کریم ہی کروں گا یہاں مجھے بڑی
شرم آتی ہے کہ میں حضور کے کسی کام نہیں آتا اور شاید بیکار بیٹھنے میں کوئی معصیت نہ ہو
فرمایا آپ کا یہاں بیٹھنا ہی جہاد ہے اور یہ بیکاری ہی بڑا کام ہے۔ غرض بڑے دردناک
اور افسوس بھرے لفظوں میں نہ آنیوالوں کی شکایت کی اور فرمایا یہ عذر کرنیوالے وہی
ہیں جنھوں نے حضور میں صلی اللہ علیہ وسلم کے عذر کیا تھا ان بیوتنا لعورة اور خدا تعالےٰ
نے اُنکی تکذیب کردی کہ ان یریدون الا فرارًا۔ برادران۔ میں بھی بہت کڑھتا ہوں
اپنے اُن بھائیوں کے حال پر جو آنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اور میں بارہا سوچتا ہوں
کہ کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اُن کو یقین دلاسکوں کہ یہاں رہنے میں کیا فائدے ہونے
ہیں۔ علم صحیح اور عقائد صحیحہ بجز یہاں رہنے کے میسر آہی نہیں سکتے۔ ایک **مفتی**
صادق صاحب کو دیکھتا ہوں (سلمہ اللہ و بارک لہ و علیہ و فیہ) کوئی
چھٹی ملجائے یہاں موجود۔ مفتی صاحب تو نقاب کی طرح اسی تاک میں رہتے ہیں کہ کب
زمانہ کے زور آور ہاتھوں سے کوئی فرصت غصب کریں اور محبوب و مولیٰ کی زیارت کا شرف حاصل کریں

اے عزیز برادر خدا تیری ہمت میں استقامت اور تیری کوششوں میں برکت ڈالے اور تجھے ہماری جماعت میں قابل اقتدا اور قابل فخر کارنامہ بنائے۔ حضرت نے بھی فرمایا لاہور سے ہمارے حصہ میں تو مفتی صادق صاحب ہی آئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ کیا مفتی صاحب کی کوئی بڑی آمدنی ہے اور کیا مفتی صاحب کی جیب میں کسی متعلق کی درخواست کا ہاتھ نہیں پڑتا اور مفتی صاحب تو ہنوز نوعمر ہیں اور اس عمر میں کیا کیا امنگیں نہیں ہوا کرتیں۔ پھر مفتی صاحب کی یہ سیرت اگر عشق کامل کی دلیل نہیں تو اور کیا وجہ ہے کہ وہ ساری زنجیروں کو توڑ تاڑ کر دیوانہ وار بٹالہ میں اتر کر نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن نہ سردی نہ گرمی نہ بارش نہ اندھیری آدھی آدھی رات کو پیادہ پا یہاں پہنچتے ہیں جماعت کو اس نوجوان عاشق کی سیرت سے سبق لینا چاہیئے۔ فرمایا ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا ہے کہ زندگی بڑی لمبی ہے۔ موت کا کوئی وقت نہیں کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے اس لئے مناسب ہے کہ جو وقت ملا اسے غنیمت سمجھیں فرمایا یہ ایام پھر نہ ملیں گے اور یہ کہانیاں رہجائینگی بھائیو خدا کے لئے تلاش کرو اور ان جھوٹے تعلقات کی بستگی سے دست کشی کرو اور یاد رکھو ابدی کام آنے والا تعلق یہی ہے اور کوئی نہیں باقی سارے تعلقات حسرت ہو جائیں گے یا گناہ کی صورت میں طوق گلو ہوں گے۔ میں ہمیشہ حضرت کی اس سیرت سے کہ وہ بہت چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے پاس رہیں یہ نتیجہ نکالا کرتا ہوں کہ یہ آپ کی صداقت کی بڑی بھاری دلیل ہے اور آپ کی روح کو کامل شعور ہے کہ آپ منجانب اللہ اور راستباز ہیں۔ جھوٹا ایک دم میں گھبرا جاتا اور دوسروں کو دھکے دیکر نکالتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کا پول ظاہر ہو جائے۔ مجلس میں آپ کسی دشمن کا ذکر نہیں کرتے اور جو کسی کی تحریک سے ذکر آجائے تو برے نام سے یاد نہیں کرتے یہ ایک بین ثبوت ہے کہ آپ کے دل میں کوئی جلانیوالی آگ نہیں ورنہ جسطرح کی ایذا قوم نے دی ہے اور جو سلوک مولویوں نے کیا ہے اگر آپ اسے واقعی دنیا دار کی طرح محسوس کرتے تو لا

دل کڑھتے رہتے اور ایر پھیر کر انہی کا مذکور درمیان لاتے اور یوں حواس پریشان ہو
جاتے اور کاروبار میں خلل آجاتا۔ زٹلی جیسی گالیاں دینے والا عرب کے مشرک بھی
حضور سرور عالم کے مقابل نہ لاسکے مگر میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ ناپاک
پرچہ اوقات گرامی میں کوئی بھی خلل کبھی بھی ڈال نہیں سکا تحریر میں ان موذیوں کا بر محل
ذکر کوئی دیکھے تو یہ شاید خیال کرے کہ رات دن انھیں مفسدین کا آپ ذکر کرتے
ہوں گے۔ مگر ایک مجسٹریٹ کی طرح جو اپنی معوضہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر پھر کسی کی
ڈگری یا ڈسمس یا سزا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور نہ اُسے درحقیقت کسی سے
ذاتی لگاؤ یا اشتغال ہوتا ہے اسیطرح حضرت تحریر میں ابطال باطل اور احقاق حق
کے لئے لوجہ اللہ لکھتے ہیں آپ کے نفس کا اسمیں کوئی دخل نہیں ہوتا ایک روز فرمایا
میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے
کہ اگر کوئی شخص ایکسال بھر میرے سامنے بیٹھکر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا
رہے آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اُسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ سکا
آپ کی استقامت اور قوت قلب اولوالعزم انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کیطرح
کسی ترہیب اور رعب انداز نظارہ سے متاثر نہیں ہوتی۔ کوئی ہولناک واقعہ اور غم
انگیز سانحہ آپ کی توجہ کو منتشر اور مفوض کام سے غافل نہیں کرسکتا۔ اقدام قتل کا مقدمہ
جسے پادریوں نے برپا کیا اور جنکی تائید میں بعض ناعاقبت اندیش نام کے مسلمان اور
آریہ بھی شامل ہوگئے تھے ایک دنیادار کا پتہ پگھلا دینے اور اُسکا دل پریشان اور حواس
مختل کر دینے کو کافی تھا مگر حضرت کے کسی معاملہ میں لکھنے میں۔ معاشرت میں۔ باہر خدام سے
کشادہ پیشانی اور رافت سے ملنے میں غرض کسی حرکت و سکون میں کوئی فرق نہ آیا۔
کوئی آدمی قیاس بھی نہیں کرسکتا تھا کہ آپ پر کوئی مقدمہ ہے کسی خوفناک رپورٹ کو جو
کسی وقت کسی دوست کی طرف سے پہونچی ہے (کہ فلاں شخص نے یہ مخبری کی ہے اور فلاں

جگہ بڑی بڑی سازشیں آپ کے خلاف ہو رہی ہیں اور فلاں شخص سملہ کے پہاڑوں سے سر ٹکراتا اور ماتھا پھوڑتا پھرتا ہے کہ آپ کے دامن عزت پر اپنے ناپاک خون کا کوئی دھبہ ہی لگا دے) کبھی آپ نے مرعوب دل سے نہیں سُنا۔ آپ ہمیشہ فرماتے ہیں کہ کوئی معاملہ زمین پر واقع نہیں ہوتا جب تک پہلے آسمان پر طے نہ ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور وہ اپنے بندہ کو ذلیل اور ضائع نہیں کرے گا یہ ایک ایسا رکن شدید ہے جو ہر مصیبت میں آپ کا حصن حصین ہے۔ میں مختلف شہروں اور ناگوار نظاروں میں آپ کے ساتھ رہا ہوں۔ دہلی کے ناشکر گذار اور جلد باز مخلوق کے مقابل۔ پٹیالہ۔ جالندھر۔ کپورتھلہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ اور سیالکوٹ کے مخالفونکی متفق اور منفرد دل آزار کوششوں کے مقابل میں آپ کا حیرت انگیز صبر اور حلم اور ثبات دیکھا ہے کبھی آپ نے خلوت میں یا جلوت میں ذکر تک نہیں کیا کہ فلاں شخص یا فلاں قوم ہمارے خلاف یہ ناشایستہ حرکت کی اور فلاں نے زبان سے یہ نکالا۔ میں صاف دیکھتا تھا کہ آپ ایک پہاڑ ہیں کہ ناتوان پست ہمت چوہے اُسمیں سرنگ کھود نہیں سکتے۔ ایکدفعہ آپنے جالندھر کے مقام میں فرمایا۔ ابتلا کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے صاف آواز آوے کہ تو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس عشق ومحبت الٰہی اور خدمت دین میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی اس لئے کہ میں تو اسے دیکھ چکا ہوں پھر یہ پڑھا هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا۔ آپ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اسطرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی۔ اور بیماری میں اسقدر توجہ کرتے ہیں اور تیمار داری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں۔ مگر باریک بیں دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور خدا کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مد نظر ہے۔ آپ کی پہلوٹی

بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی آپ اُس کے علاج میں یوں دوا دوی کرتے کہ
گویا اُس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیا دار دنیا کی عرف و اصطلاح میں اولاد
کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر نہیں سکتا مگر جب وہ مر گئی آپ یوں الگ
ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔
یہ مصالحت اور مسالمت خدا کی قضاء و قدر سے بجز منجانب اللہ لوگوں کے ممکن نہیں۔
کوئی نوکر گو کتنا بڑا نقصان کر دے آپ معاف کر دیتے اور معمولی چشم نمائی بھی نہیں کرتے
حامد علی کو کچھ لفافے اور کارڈ ڈاکخانہ میں ڈالنے کو دیئے فراموش کار حامد علی
کسی اور کام میں مصروف ہو گیا اور اپنے مفوض کام کو بھول گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد
محمود جو ہنوز بچہ تھا کچھ لفافے اور کارڈ لئے دوڑا آیا کہ ابّا ہم نے کوڑے کے
ڈھیر سے خط نکالے ہیں آپ نے دیکھا تو وہی خط تھے جنہیں بعض رجسٹرڈ خط تھے اور آپ
اُنکے جواب کے منتظر تھے حامد علی کو بلوایا اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا ہی کہا
حامد علی تمہیں نسیان بہت ہو گیا ہے فکر سے کام کیا کرو۔ ایک ہی چیز ہے جو آپکو متاثر
کرتی اور جنبش میں لاتی اور حد سے زیادہ غصہ دلاتی ہے۔ وہ ہے ہتک حرمات اللہ
اور اہانت شعائر اللہ۔ فرمایا میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے
سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھپر آسان ہے بہ نسبت دین کے ہتک اور استخفاف کے دیکھنے
اور اسپر صبر کرنے کے۔ جن دنوں میں وہ موذی اور خبیث کتاب "امہات المؤمنین"
جسمیں بجز دل آزاری کے اور کوئی معقول بات نہیں چھپکر آئی ہے اسقدر صدمہ اُسکے
دیکھنے سے آپ کو ہوا کہ زبانی فرمایا کہ ہمارا آرام تلخ ہو گیا ہے۔ یہ اُسی صدمہ اور
توجہ الے اللہ کا نتیجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس باطل عظیم اور شرک جسیم (مسیح کی
الوہیت اور کفارہ) کے استیصال کے لئے وہ حربہ آپ کے ہاتھ میں دیا یعنی مریم
عیسیٰ اور مسیح کی قبر کا نشان کشمیر میں آپکو ملا۔ نزدیک ہے دور نہیں کہ مسیح کی

قہر اس باطل کے پرستاروں کے گھر گھر میں ماتم ڈالے اور مسلمانوں کے دل ٹھنڈے ہوں اور اس رنج کو بھول جائیں جو اس ناپاک کتاب سے اُنھیں پہونچا۔ آپ کے تعلقات غیر قوموں سے ایسے ہیں کہ اس سے بہتر ممکن نہیں ہر ایک کی بہتری چاہتے ہیں خواہ کسی مذہب کا ہو۔ کافہ بنی نوع کی بہبود آپ کا قبلہ ہمت اور نصب عین فرض ہے۔ قادیان کے ہندو ہر ایک مصیبت کے وقت آپ کے وجود میں امین اور مفید صلاح کار پاتے ہیں۔ مذہب کے لحاظ سے بعض یہاں کے ہندو آریہ اور اسلام کے مخالف ہیں اور حضرت کو عظیم الشان اور پختہ مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور مذاہب باطلہ کی بیخکنی کرنے والا دل سے یقین کرتے ہیں اگر حضرت کوئی دوا بتائیں اُس پر ایک رتی کی بات سی کمتر یقین نہیں رکھتے۔ ہمیشہ اپنے خدام کو تقریر و تحریر میں یہی نصیحت کرتے اور اُس پر بڑا زور دیتے ہیں کہ کسی جاندار کی حق تلفی نہ کرو اور ہماری زبانوں اور کاموں غریب اور ایذا نہ ہو بادشاہ وقت (گورنمنٹ برطانیہ) سے جو آپ کے پاک اور سچے تعلقات ہیں وہ آپ کی کتابوں اور آئے دن کے اشتہاروں سے صاف ظاہر ہیں۔ میں نے دس برس کے عرصہ میں خلوت و جلوت میں کبھی نہیں سُنا کہ کبھی اشارہ یا کنایہ یا صراحت سے کوئی کلمہ بُرا گورنمنٹ یا گورنمنٹ کے کسی آفیشل کی نسبت آپ کے مُنہ سے نکلا ہو۔ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے عربی فارسی میں آپ نے رسائل تالیف کئے اور بلاد شام و عرب و افغانستان وغیرہا میں پھیلائے جنمیں سرکار انگریزی کے اعلیٰ درجہ کی حمایت کی ہے قوموں کو ایسی حکومت کے ظل عاطفت کے نیچے آنے کی بہت ترغیب دی ہے۔ برادران چونکہ اور کام بہت ہیں اب بالفعل اسنے پر بس کرتا ہوں اگر خدا تعالیٰ نے بڑا علم بخشا اور قلم پکڑنے کی توفیق دی تو پھر اس مضمون پر لکھوں گا۔ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس تحریر کو قبول کرے اور اسے بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ امین۔

عبدالکریم۔ قادیان۔ ۶ر جنوری سنہ ۱۹۰۰ء

تکملہ

اگرچہ میںنے ارادہ کیا تھا کہ اب جو کچھ لکھتا ہوں اُسے آیندہ خط میں لکھوں گا مگر بھائیوں کی
محبت اور خاطر داری اور عدم یقین بحیات نے مجبور کیا کہ آیندہ پر اُسے نہ اُٹھا رکھوں
برادران کل عجیب اور غیر معمولی روز قادیان میں تھا - ہمارے ہمسایہ بونتو جو ہمیشہ
اور کرم ہمارے حال پر سدا مبذول فرماتے ہیں وہ کچھ کم یادگار اور کم شکریہ کے قابل
نہیں مگر کل اُن کے انتقامی قوت اور سبعی جوش نے ایک نئی اور غیر معروف راہ نکالی
ہماری مسجد کو آنے والی اور شارع عام گلی کو بھی اینٹوں سے پاٹ دیا* اور اُس راہ میں
کانٹے بچھانے والے پہلوان کے نقش قدم کی پوری پیروی کی - اب ہمارے مہمان
گاؤں کے گرد چکر لگا کر اور بڑا پھیر کھا کر مسجد مبارک میں آتے ہیں - حضرت اقدس کو
کل معمولاً دردسر تھا اور ہم نے بھی عادتاً یقین کر لیا تھا کہ تحریک تو ہو ہی گئی ہے اب
خدا کا کلام نازل ہوگا ظہر کے وقت آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا
دردسر بہت ہے دونوں نمازیں جمع کرکے پڑھ لی جائیں - نماز پڑھکر اندر تشریف لے گئے
اور سلسلہ الہام شروع ہوا اور مغرب تک تار بندھا رہا مغرب کو تشریف لائے اور
الہام اور کلام الٰہی پر بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے کہ کسطرح خدا کا کلام نازل ہوتا ہے
اور ملہم کو اسپر کیسا یقین ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے الفاظ ہیں اگرچہ دوسرے
اس کی کیفیت سمجھ نہ سکیں - اور پھر ان الہاموں کی قافیہ بندی پر تقریر کرتے رہے
اور فرمایا قرآن کی عظمت اسی سے سمجھ میں آتی ہے اور اسکی عبارت کا مقفیٰ مسجع ہونا اور اسکی خوبی
اسی طریق سے سمجھ میں آسکتی ہے - اور وہ **الہامات** یہ ہیں -

الرحیٰ تدور و ینزل القضاء ان فضل اللہ لاٰتٍ ولیس لاحدٍ
ان یرد ما اتیٰ ۔ قل ای وربی انہ لحق لا یتبدل ولا یخفیٰ ۔

ویزل ما تعجب منہ - وحیؐ من رب السموات العلیٰ ۔ ان ربی لا یضل ولا ینسیٰ ۔ ظفرٌ مبینٌ وانما یؤخرھم الیٰ اجلٍ مسمّیٰ ۔ انت معی وانا معک قل اللہ ثم ذرہ فی غیہ یتمطیٰ ۔ انہ معک وانہ یعلم السر وما اخفیٰ ۔ لا الٰہ الا ھو یعلم کل شیٔ ویریٰ ۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم یحسنون الحسنیٰ ۔ انا ارسلنا احمد الیٰ قومہ فاعرضوا وقالوا کذاب اشر ۔ وجعلوا یشہدون علیہ ویسیلون الیہ کماءٍ منہمر ۔ ان حِبی قریب انہ قریبٌ مستتر ۔ **ترجمہ** چکی پھرے گی اور قضا نازل ہوگی - یقینا خدا کا فضل آنے والا ہے اور کیسکی شان نہیں کہ رد کرے اُسے جو آگیا - کہدے ہاں میرے ربّ کی قسم وہ یقینا حق ہے وہ نہ بدلے گا اور نہ مخفی رہے گا - اور اُترے گا جس سے تو اچنبھے میں رہ جائیگا - یہ وحی ہے جو بلند آسمانوں کے رب سے ہے - میرا رب نہ بہکتا ہے اور نہ بھولتا ہے - فتح مبین ہے اور اُنھیں ایک وقت تک ڈھیل دی رکھی ہے تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں - کہدے اللہ پھر اُسے چھوڑ دے کہ تا وہ اپنی ناز میں مٹک مٹک کر چلا کرے - وہ تیرے ساتھ ہے اور وہ جانتا ہے سِر کو اور اُس سے بھی زیادہ پوشیدہ چیز کو - کوئی معبود نہیں بجز اُس کے اور وہ ہر شئے کو جانتا اور دیکھتا ہے - اللہ اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو نیکی کو سنوار کر کرتے ہیں - ہم نے احمدؑ کو بھیجا اُسکی قوم کی طرف پس اُنھوں نے اعراض کیا اور کہا جھوٹا خود پسند ہے - اور اُس کے خلاف شہادت دینے اور اُس کی طرف جرارپانی کیطرح دوڑتے ہیں - میرا محبوب قریب ہے - وہ قریب ہے مگر چھپا ہوا + انہیں بعض الہام اُس پیشگوئی کی تصدیق و تائید میں ہیں جسکی انتظار کی طرف آنکھیں لگ رہی ہیں ایک تدبر کرنے والا خود الفاظ سے کنہ حقیقت میں پے لیجا سکتا ہے -

ضمیمہ

ایک روز اخراجات کا تذکرہ ہوا - ہمارے ایک مکرم دوست نے کہا کہ میں اتنے میں گذارہ کرتا ہوں - کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ - آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کھانے کے متعلق میں اپنے نفس میں اتنا تحمل پاتا ہوں کہ ایک پیسہ پر دو دو وقت بڑے آرام سے بسر کرسکتا ہوں - اور فرمایا ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ انسان کہاں تک بھوک کی برداشت کرسکتا ہے اس کے امتحان کے لئے چھ ماہ تک میں نے کچھ نہ کھایا کبھی کوئی ایک آدھ لقمہ کھا لیا اور چھ ماہ کے بعد میں نے اندازہ کیا کہ چھ سال تک بھی یہ حالت لمبی کیجا سکتی ہے - اس اثنا میں دو وقت کھانا گھر سے برابر آتا تھا اور مجھ اپنی حالت کا اخفا منظور تھا - اس اخفا کی تدابیر کے لئے جو زحمت مجھے اُٹھانی پڑتی تھی شاید وہ زحمت اوروں کو بھوک سے نہ ہوتی ہوگی - میں وہ دو وقت کی روٹی دو تین مسکینوں میں تقسیم کردیتا اس حال میں نماز پانچوں وقت مسجد میں پڑھتا اور کوئی میرے آشناؤں میں سے کسی نشان سے پہچان نہ سکا کہ میں کچھ نہیں کھایا کرتا - فرمایا خدا تعالیٰ نے جس کام کے لئے کسی کو پیدا کیا ہے اسکی تیاری اور لوازم اور اس کے سرانجام اور مہمات کے لئے اسمیں قویٰ بھی مناسب حال پیدا کئے ہیں دوسرے لوگ جو حقیقۃً فطرت کے مقتضا سے وہ قویٰ نہیں رکھتے اور ریاضتوں میں پڑجاتے ہیں آخرکار دیوانے اور مخبط الحواس ہوجاتے ہیں اسی ضمن میں فرمایا کہ طبیبوں نے نیند کے لئے طبعی اسباب مقرر کئے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ ہم سے کلام کرے اُسوقت پوری بیداری میں ہوتے ہیں اور یکدم ربودگی اور غنودگی وارد کردیتا ہے اور اس جسمانی عالم سے قطعاً باہر جاتا ہے اس لئے کہ اُس عالم سے پوری مناسبت ہوجائے - پھر یوں ہوتا ہے کہ جب ایکمرتبہ کلام کرچکتا ہے پھر ہوش و حواس واپس دیدیتا ہے اس لئے کہ ملہم اُس

محفوظ کرلے اس کے بعد پھر ربودگی طاری کرتا ہے پھر یاد کرنے کے لئے بیدار کردیتا ہے غرض اسطرح کبھی مجلس دفعہ تک نوبت پہونچ جاتی ہے وہ ایک تصرف الٰہی ہوتا ہے اس طبعی نیند سے اسکو کوئی تعلق نہیں اور اطبا اور ڈاکٹر اس ماہیت کو سمجھ ہی نہیں سکتے آپ سائل کو رد نہیں کرتے جو کچھ میسر ہو دے دیتے ہیں ایک دن ایسا ہوا کہ نماز عصر کے بعد آپ معمولاً اُٹھے اور مسجد کی کھڑکی میں اندر جانے کے لئے پاؤں رکھا تھے ہیں ایک سائل نے آہستہ سے کہا کہ میں سوالی ہوں حضرت کو اُسوقت ایک ضروری کام بھی تھا اور کچھ اُس کی آواز دوسرے لوگوں کی آواز میں مل جل گئی تھی جو نماز کے بعد اُٹھے اور عادتاً آپسمیں کوئی نہ کوئی بات کرتے تھے۔ غرض حضرت سر زدہ اندر چلے گئے اور التفات نہ کیا مگر جب نیچے گئے وہی دھیمی آواز جو کانمیں پڑی تھی اب اس نے اپنا نمایاں اثر آپ کے قلب پر کیا جلد واپس تشریف لائے اور خلیفہ نورالدین صاحب کو آواز دی کہ ایک سائل تھا اُسے دیکھو کہاں ہے وہ سائل آپکے جانیکے بعد چلا گیا تھا خلیفہ صاحب نے ہر چند ڈھونڈا پتہ نہ ملا۔ شام کو حسب عادت نماز پڑھکر بیٹھے وہی سائل آگیا اور سوال کیا حضرت نے بہت جلدی جیب سے کچھ نکالکر اُس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور اب ایسا معلوم ہوا کہ آپ ایسے خوش ہوئے ہیں کہ گویا کوئی بوجھ آپکے اوپر سے اُترگیا ہے۔ چند روز کے بعد ایک تقریب سے ذکر کیا کہ اُسدن جو وہ سائل نہ ملا میرے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ مجھے سخت بیقرار کر رکھا تھا اور میں ڈرتا تھا کہ مجھسے معصیت سرزد ہوئی ہے کہ مینے سائل کی طرف دھیان نہیں کیا اور یوں جلدی اندر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آگیا ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا۔ اور مینے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اُسے واپس لائے۔

برادران۔ چونکہ اور کام بہت ہیں اب بالفعل اتنے پر بس کرتا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ نے نیا علم بخشا اور قلم پکڑنے کی توفیق دی تو پھر اس مضمون پر لکھوں گا خدا تعالیٰ سے دعا

کرتا ہوں کہ وہ میری اس تحریر کو قبول کرے اور اسے بہنوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

عبدالکریم۔ از قادیان - ۶ر جنوری سنہ ۱۹ء
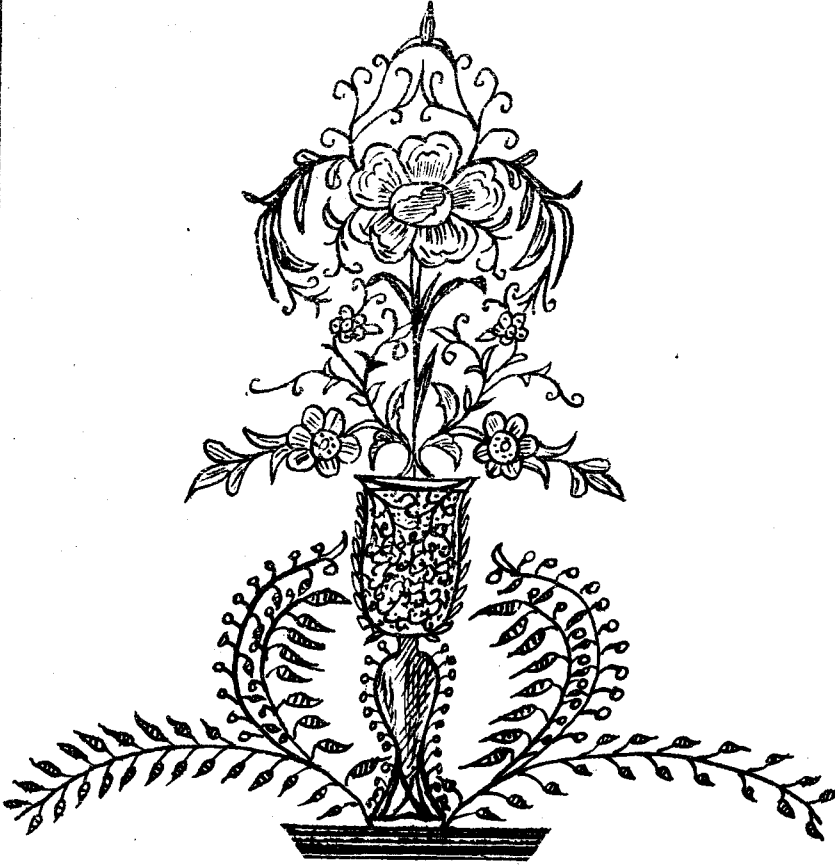
اس امر پر کہ حضرت اقدس امام زمان مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے
کیا اصلاح اور تجدید کی

جو

جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب
سیالکوٹی نے ایک مجمع عام میں

۱۳؍ ماہ نومبر

سنہ ۱۸۹۸ء

کو دیا

سنہ ۱۳۱۶ ہجری

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السلام کی اصلاح و تجدید کوئی چھوٹا سا مضمون نہیں۔ کہ سو یا دو سو صفحہ میں سما جائے۔ پھر ان (۱۰۰) صفحوں میں جو معمولی قلم سے لکھے گئے ہیں کس قدر حقائق کی توقع ہو سکتی ہے۔ اصل میں میرا ارادہ مسلسل لکچروں کا تھا اور یوں بتدریج بعض ضروری اور نازک پہلوؤں پر تجدید کے بحث کرتا مگر مشیت ایزدی سے بات کسی دوسرے وقت پر جا پڑی۔ یہ بھی جتنا کچھ ہے خدا کی قدرت کا ظہور اور ہمارے مسیح علیہ السلام کی برکت دعا کا نتیجہ ہے۔ میرے اسوقت کے حاضرین احباب جانتے ہیں کہ میں سخت نزلہ میں مبتلا تھا۔ بخار پوری طاقت سے میرے اعضا و مفاصل سے دست و گریبان ہو رہا تھا۔ سر صعود بخارات سے مثل انگیٹھی کے تپ رہا تھا با این ہمہ پورے اڑھائی گھنٹے بولتا رہا۔ اور یہ لیکچر بلا کم و بیش اسی ظرف زبان کا مظروف ہے۔ معمولاً اس لیکچر کے میدان تحریر میں بھی ہمارے مشہور سباق مولوی محمد فیروز الدین صاحب فیروز ڈسکوی کا اشہب قلم ہی اکیلا جولاں دکھاتا رہا۔ اگر خدا نے اسے قبول فرمایا اور سعید روحیں اس سے مستفید ہوئیں تو بڑا حصہ ثواب کا انشاء اللہ مولوی صاحب موصوف کے نامہ اعمال میں ثبت ہوگا پھر میں تو اس کے بعد ہی قادیان شریف چلا آیا۔ اسکی کتر بیونت ترتیب ترکیب اہتمام مولوی صاحب ہی کے ذمہ پڑا۔ خدا کا شکر ہے کہ مولوی صاحب حسب وعدہ اسکی ترتیب و طبع سے عہدہ برآ ہوے اور خوب ہوے۔

مجھے اسکی نسبت اتنا کہنا بڑی بڑی نظروں اور تقریظوں کے قائمقام معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسے پڑھا اور ۲۶ فروری کو مسجد مبارک میں احباب سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے سب دوست اسے ضرور پڑھیں۔ اس لئے کہ اسمیں بہت سی نکات لطیفہ ہیں۔ اور یہ نمونہ ہے ایک شخص کی قوت تقریر کا اور اسی منوال پر مخصوصاً ہماری جماعت کو مشق کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بہر حال خدائے شاکر علیم کے مظہر کی شاکر فطرت کا یہ جوش ہے اور یہ خاصہ اسی برگزیدہ قوم کا ہو گیا لوگ
نکتہ نواز ہوتے ہیں اور خفیف سی کسی کی سعی کو بھی ہلکی نگاہ سے نہیں دیکھتے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
ڈاہ - کپٹ - چڑ سے ان کے دل پاک صاف ہوتے ہیں جو بپ دق کیطرح اکثر ابنائے دنیا کے شامل حال
ہے - ورنہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ دعوت اصلاحی کا ایک پہلو بھی پورے طور پر میں بیان نہیں کر سکا
بہت بڑے شقوق تھے - دعا - وحی - الہام - رویا - وجود ملائکہ - قرآن کریم کی لفظی و معنوی بے نظیری
اور منجانب اللہ ہونیکے دلائل - دہریوں - برہموؤں - نصرانیوں - آریوں - سکھوں - جینیوں -
کے ابطال کے لئے کارگر حربے - شیعوں کے رد میں عجیب غیر مسبوق اصول - اہل اللہ اور اغیار کی شناخت
کو لئے مضبوط معیار - ان امور کے متعلق بڑی بھاری اصلاحیں اور تجدیدیں حضرت امام زمان (علیہ
صلوات الرحمن) نے کیں - اور زمانہ کو اُن خطرناک غلطیوں پر متنبہ کیا جنمیں وہ مبتلا تھی - میرا
ارادہ اور فرض تھا کہ ان مضامین پر پوری بحث کرتا جب اپنے آپ کو اس فرض سے سبکدوش سمجھتا -
مگر نہ ہو سکا - اب میرا ارادہ ہے اور اگر خدائے چاہا تو مصمم ارادہ ہے کہ سورہ یوسف کی تفسیر میں انہیں سے
بعض امور پر جیسے وحی الہام رویا اور دعا اور قرآن کریم کا لفظاً و معنیً بے نظیر معجزہ ہونا بحث کروں
مذہب حق اور آسمانی سلسلے اور کتاب حق کے لئے مخصوص زیور اور مایہ ناز یہی امور ہیں اور یہی خصوصیات
ہیں جنکی وجہ سے اسلام کو اور مسلمانوں کو دوسرے مذاہب اور دوسری قوموں پر قیامت تک شرف
و فضیلت حاصل ہے اور اگر یہی نہ ہوں تو دوسرے خشک اور بیجان مذہبوں میں اور اسمیں کوئی
مایہ الامتیاز نہیں -

سید احمد خان صاحب نے (خدا تعالیٰ انکو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے) جو کچھ دعا اور وحی
اور الہام و رویا اور حقیقت کتاب اللہ کے متعلق لکھا ہے بالکل سطحی اور یورپ کے خشک فلسفیوں کے
نقش قدم کی پیروی یا اُنھی کی تالیفات کے باللفظ ترجمے ہیں - اُنھوں نے اُن منہ زور میٹیریلسٹوں
اور فلسفیوں کے تیر باراں سے ڈر کر اپنی اُن بھوس کی ٹٹیوں میں پناہ تو لے لی - مگر انکی ان تحقیقات کا نتیجہ
سخت قابل افسوس ہوا - ان انکاروں یا تحریفوں یا تسویلوں کی وجہ سے انکی اور اُن کے انفاس کی قدر

کرنے والوں کے پاک تعلقات خدا تعالیٰ سے نہ رہے اور اتباع کی توفیق اس گروہ سے چھن گئی۔ میرا خیال ہے کہ نیک نیتی نے ناواقفیت علم نبوت کی تاریکی میں اُن سے یہ حرکات سرزد کرائیں۔ وہ اپنے زعم میں سچے مذہب کی طرف سے دفاع کرتے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے دل میں ٹھانی ہوئی حسنات کے سبب سے ان کے سیئات کو دامن غفران سے ڈھانک دیا ہوگا۔ سورۃ یوسف کی تحریک بھی اس سے ہوئی کہ گجرات کے ایک شخص نے میرے ایک دوست کے خط کے جواب میں لکھا کہ زہد و تقویٰ سید احمد بریلوی پر ختم اور معارف و حقائق عقلیہ سید احمد خاں علیگڑھی مرحوم پر ختم ہوگئے۔ میں اسمیں یہ دکھانا چاہتا ہوں اور محض خدا تعالیٰ کے دین کے اعلا اور مرسل اللہ کے ابرار کے لئے کہ معارف و حقائق قرآنیہ خدا تعالیٰ نے مخصوصاً ہمارے سید مسیح موعود علیہ السّلام اور آپ کے اتباع کو عطا کئے ہیں اور اغیار انہیں قطعاً شریک نہیں۔ اور سید صاحب مرحوم کی تفسیر نے ایک خشک عقلی کتاب یا ایک سطحی دینی کتاب کے سوا اللہ تعالیٰ کی بے نظیر کتاب قرآن کریم کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ اس مقابلہ کے لئے مینے مخصوصاً اس سورہ شریفہ کو اسوجہ سے اختیار کیا کہ اسمیں رؤیا۔ وحی۔ الہام۔ دعا اور قرآن کریم کا لفظاً و معناً معجزہ ہونا وہ ساری امور ہیں جو مابہ الامتیاز ہیں اسلام میں اور دیگر مذاہب میں اور انہیں امور کی بجثومیں سید صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ محض سطحی اور الہیات میں مطلقاً دسترس رکھنے والے شخص نہ تھے۔ اور آخرکار مرسل اللہ مسیح موعود علیہ السلام نے ہی اسلام کو دانا دشمنوں اور نادان دوستوں کی تردیدوں اور تائیدوں سے پاک اور مستغنی دکھایا اور آپکے اعمال و اقوال نے ایک زمانہ پر آشکارا کر دیا کہ حقیقۃً یہ وہی شخص ہے جس کے لئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام امانت رکھا تھا میرے دل میں ہر وقت یہ تڑپ رہتی ہے کہ وہ ذوق اور بصیرت امور دین میں جو اس برگزیدۂ خدا کی فیضان صحبت سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ خشک فلسفہ یا نیچریت کے دلدادہ اور زہد ہی اور تقشف عادی کے خو کردہ بھی اسطرف توجہ کریں اور محظوظ ہوں مینے تئیس برس تک سید صاحب کی تصانیف کو پڑھا اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ سید صاحب کے ہم آواز ہونیکے ایام میں میں

منافق یا مقلد نہ تھا۔ میرے احباب خوب جانتے ہیں کہ اخلاص و سرگرمی سے ان خیالات کی تائید کرتا۔ اور عالم السر والعلن گواہ ہے کہ اُس وقت بھی نیت نیک اور رضائے حق مطلوب تھی۔ مارچ ۱۸۸۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شرف بیعت حاصل کیا ۱۸۹۱ء میں آپکی پاک صحبت میں علوم و حقائق مجھپر منکشف ہوئی کہ میرے سینہ کو لوث اغیار سے صاف دھو ڈالا میں اپنے ذاتی تجربہ اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ سید صاحب مرحوم کے مذہبی خیالات خدائے ذوالعجائب کے پانے کی راہ میں خطرناک روک ہیں کاش وہ جو اس زہر سے ناواقف ہیں اور شہد شیریں کی طرح اسے مزے لے لے کر پی رہے ہیں ایک تجربہ کار کی سُنیں۔ میںنے دونوں راہیں خوب دیکھی ہیں اسلئے مجھے حق پہونچتا ہے کہ میں ایک ناصح شفیق ہادی کی صورت میں ناواقفوں کو آگاہ کروں کہ ضلالت سے بچ جائیں۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الامین والہ الطیبین۔

عبد الکریم سیالکوٹی از دار الامان قادیان ۲۸ فروری ۱۸۹۹ء
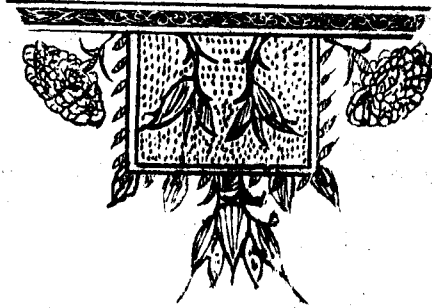
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین رحمۃ للعلمین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

آج میں کچھ باتیں اس مضمون کے متعلق بیان کیا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب سے دنیا میں ماموریت مجددیت اور منجانب اللہ ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اس دعوی کی تائید میں کیا کام کیا ہے اور کہاں تک اپنی فرض منصبی کو بجالائے ہیں اشتہار میں میں نے تجدید کا لفظ رکھا تھا۔ قبل اس کے کہ اصل مضمون کو شروع کیا جائے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظ تجدید اور مجدد کے معنوں اور مفہوم سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

سو واضح ہو کہ لفظ تجدید کے معنی ہیں نیا کرنا اور مجدد کے معنی ہیں نیا کرنے والا۔ بعض لوگ جو نبوت اور الہام کے سلسلوں سے اچھی طرح واقف نہیں وہ اس لفظ اور نام کو سنکر گھبرا جاتے اور چڑ جاتے ہیں۔ اور درحقیقت جب دین کامل ہو چکا۔ اور کل صداقتیں بیان ہو چکیں۔ تو اب دین کے کامل اور مکمل ہونے کے بعد تجدید اور مجدد کے کیا معنی ہوسے؟ خداوند کریم نے قرآن شریف کی نسبت دعوی کیا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی آج میں تمہارا دین کامل کر چکا۔ اور تم پر نعمت اسلام پوری کر چکا۔ اور پھر فرمایا کہ ما فرطنا فی الکتب من شیء ہم نے اس کتاب میں کوئی امر دین۔ کوئی حقانی صداقت باہر نہیں چھوڑی تبیانا لکل شیء اس قرآن شریف میں ہر شے کا بیان آ چکا ہے۔ تو پھر اکمال دین اور اتمام نعمت اور کل ضروریات دین اور حقہ صداقتوں کے بیان ہو چکنے کے بعد کس شخص کی مجال ہے کہ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات زیادہ کر سکے کس شخص کو موقع ہے کہ اپنی طرف سے دخل در معقولات دے سکے۔ لیکن جب نفس الامر کی طرف غور کیا جائے تو سلسلہ تجدید

کی کیفیت بخوبی سمجھ میں آجائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ مجدد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے کوئی نئی کیفیت یا نیا مسئلہ ایجاد کرے جس کی بنیاد اُس دین کے اندر نہ ہو خود قرآن شریف میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ یا یوں کہو کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلوایا گیا ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ یعنی ان معترضین اہل کتاب یہود و نصارا و دیگر اقوام سے کہدے کہ میں بدعتی رسول نہیں ہوں بدعتی رسول کے کیا معنی ہیں۔ یعنی ایسی کوئی نئی بات نہیں لایا جس کے اصول و مواد انبیاء سابقہ کی پہلی کتابوں میں متفرق اور منتشر طور پر پائے نہ جائیں۔

ایسے بڑے اکمل و مکمل ہادی اور اعلیٰ درجہ کے مصلح کی بابت جب یہ کہا گیا۔ کہ میں کوئی نئی چیز نہیں لایا ہوں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیندہ کوبھی ہرگز ابدًا ابدًا کوئی نیا مجدد ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کرسکتا جس کی بنیاد شریعت حقہ اسلامیہ میں پہلے سے نہ رکھدی گئی ہو اور جس کے مواد نفس اسلام میں پہلے سے نہ پائے جاتے ہوں۔

سو مجدد کے معنے جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس لفظ کی جڑ جَدّ اور جِدّ ہے یعنی نہایت کوشش جانفشانی اور عرق ریزی کسی کام میں استعمال کرنا نیا کرنا اسی میں سے تجدید (تفعیل) ہے۔ یہی سچی جانفشانی اور خالص توجہ جب خدا تعالیٰ کے دین کے متعلق کی جائے مجدِّد یا کہلاتی ہے جو اُس دین کو جس کی نسبت مجدد ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور بہ سبب مرور زمانہ کے وہ دین افسانہ کی طرح یا تقویم پارینہ کی مانند ہوگیا ہے پھر تازہ کرکے دکھادے۔ اور زوائد اور حواشی اور فضول افسانوں کا برقع اُتار کر اُسکا اصلی زنگ دور کر اور چمکتا ہوا چہرہ جلوہ گر کردے وہ مجدد ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کبھی بند نہیں کیا حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جسقدر انبیاء دنیا میں تشریف لائے جناب حضرت عیسیٰ تک سب کا یہی دعویٰ رہا کہ ہم کوئی نئی تعلیم نہیں لائے بلکہ انبیاء کی صداقت کا نشان ہی شرائع سابقہ

اور توراۃ کی تصدیق تھی۔ وہ توراۃ ہی کے ماننے والے اُسی کے مصدّق اور اُسی کی تعلیم تازہ کرنے آئے تھے تاکہ مرورِ زمانہ کی وجہ سے جو دلوں پر زنگ غفلت بیٹھ گیا ہے اُسکو دور کریں اور طبائع انسانی میں ایک بار روحانی جوش پیدا کر دیں حتیٰ کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی قرآن شریف میں بار بار یہی فرمایا گیا مُصَدِّقٌ لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ یعنی یہ نبی شرائع اور سابقہ کتب منزلہ کی تصدیق کرنے آیا ہے نہ کوئی نئی تعلیم دینے یا نئے احکام سکھانے کو جو توریت کے اصول توحید کے مخالف ہوں۔ غرضکہ تمام اسرائیلی نبیوں نے بڑے زور اور بڑے دعوی سے بار بار کہا کہ ہم توریت کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ ترمیم یا تنسیخ یا تبدیل کرنے نہیں آئے۔ انجیل کے پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کوئی بات اخلاقی تعلیم کے متعلق اور روحانی معارف کی نسبت ایسی ہرگز ہرگز نہیں لائے جس کی بُنیاد اور مواد توریت کے اندر موجود نہ ہوں۔

اب یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب تعلیم کوئی جدید نہیں ہوتی تو خدا تعالی نے اس سلسلہ کو کس مصلحت سے جاری کر رکھا ہے قرآن کریم میں اس کی نسبت ایک اصول بیان کیا گیا ہے جو بڑی غور سے سُننے کے قابل ہے اُس میں ارسال مجدد کی ضرورت اور فونی وجہ بیان کی ہے فطال علیھم الامد فقست قلوبھم یعنی اُن پر مدت لمبی ہوگئی اور مرورِ زمانہ کی وجہ سے اُن کے دل سخت ہوگئے اس لئے ضروری ہوا کہ بھولی بسری بات یاد دلانے اور بُجھی ہوئی طبیعتوں کو پھر تازہ کرنے کے لئے مذکر بھیجے جائیں فطرت انسانی کچھ ایسی بنی ہوئی ہے کہ طرح طرح کے اشتغال و انہماکات کی وجہ سے انسان خدا کی طرف سے غافل اور کاہل ہو جاتا اور رفتہ رفتہ اُس کے دل پر کچھ ایسا غفلت کا زنگ بیٹھ جاتا اور سُستی کا بوجھ پڑ جاتا ہے کہ پھر آپ سے آپ اُٹھنا اُس کا محال ہو جاتا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے متنبہ کرنے اور خواب غفلت سے جگانے کے لئے ایک ایسا آدمی ضرور آئے جس کی طبیعت میں الٰہی جوش دینِ حق کے لئے خرق العادۃ توجہ اور عقد ہمت اور سچا اشتغال پایا جائے۔

تاریخوں کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا میں ہر ایک جدید مذہب کے پیرو ؤں میں بہت بھاری جوش اور اشتعال ہوتا ہے لیکن مرور زمانہ کے بعد اضطراری طور پر اُنمیں ایک سردی اور برودت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس نے کبھی پسند نہیں کیا کہ دنیا میں ظاہری حکومتوں کا سلسلہ بند ہو جائے۔ اس طرح وہ کبھی روا نہیں رکھتا کہ روحانی حکومتوں کا سلسلہ جو اقدم اور اہم امور ہیں یک لخت بند کر دے اور کبھی اُنکی خبر نہ لی جائے۔

انسانی فطرت کے مطالعہ سے صاف ثابت ہے کہ باوجود اُس جوش آزادی اور خودسری کے جو اُسمیں ودیعت کیا گیا ہے معاً اُس کی جبلت ایسی بنائی گئی ہے کہ ایک مقتدر حکومت کے نیچے ہو کر چلے۔ یہی وجہ ہے کہ تمدن اور تہذیب کے ساتھ ساتھ حکومت بھی چلی آتی ہے۔ گو بظاہر ایک آزاد منش قوم یا آزادی پسند ملک اسبات کا دعوی کرے کہ ہمکو ظاہری حاکم اور ایک خاص بادشاہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن عملی طور پر ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کہ وہ ظاہری حاکم یا بادشاہ سے بالکلیہ بے نیاز ہو گئے ہوں۔ فرانس کے شاہی خاندان کو برباد کرنے والے لوگ بادشاہ کے لفظ سے چڑ رہے تھے اور شخصی سلطنت کو بالآخر اُنھوں نے رفع دفع بھی کر دیا۔ آخرکار اُنھوں نے بھی اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ جمہوری حکومت کے لئے ایک پریسیڈنٹ منتخب کریں۔ ایک خاص شخص اپنے اوپر حکومت کرنے والا اُن کو بھی ضرور انتخاب کرنا پڑا۔ پڑا۔ حاصل یہ ہے کہ اس نظام ظاہری کے قیام و بقا کے لئے حکیم خالق نے ایسا ہی چاہا اور انسانی فطرت ایسی بنائی ہے کہ کوئی کتنا ہی اپنے تئیں دور کھینچے کتنی ہی آزادی جتائے۔ پھر بھی اُسکو ایک حکمران یا سرپرست سے چارہ نہیں ہے کوئی کمیٹی کوئی مجلس کوئی کونسل کوئی پارلیمنٹ ایسی نظر نہیں پڑتی جسمیں ایک میر مجلس یا پریسیڈنٹ نہ ہو۔ کوئی گھر نہیں جس کا انتظام طبعاً و لازماً اس امر کا مقتضی نہیں ہوتا کہ کوئی ذی اختیار و ذی اقتدار آدمی اس میں سرپرست ہو جو سبکو ایک جتھہ میں قائم رکھے اور مختلف خیالات و جذبات کو روک تھام کر ایک سلسلہ انتظامیہ میں منسلک کرے۔

غرضنکہ انسانی فطرت کے مطالعہ سے صاف ثابت ہے کہ جسطرح انسان کو انتظام ظاہری کے لئے اس سے بے نیازی نہیں کہ وہ ایک خاص حکمراں یا سرپرست اپنے لئے مقرر کرے جو متفرق خیالات کو جمع کرے مختلف جذبات کو متحد کر کے اُس کل کو عمدہ اسلوب اور حسن نظام پر چلائے۔ اسی طرح روحانی حکومت اور باطنی نظام کے لئے بھی ایک خاص فرد کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ جسکو ظاہری حاکم یعنی بادشاہ کے مقابل امام کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ اصول نہ ہوتا کہ سرکش انسانوں کو ان انسانوں کے ذریعہ سے دفع کر دیا جائے جو ملک کے اندر سطوت اور جبروت رکھتے ہیں تو زمین تباہ اور برباد ہو جاتی۔ یہ سارا کارخانہ اور نظام تمدن درہم برہم ہو جاتا لیکن خدا تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا فضل اور رحم ہے کہ اُس نے حکومت ظاہری کا سلسلہ بند نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے شریر انسانوں کی دست بُرد سے دنیا کو نجات ملتی اور یہ سارا کارخانہ احسن انتظام اور عمدہ نظام کے ساتھ چلا جا رہا ہے۔ پس جب جسم اور جسمانیات کے انتظام کے لئے خدا تعالیٰ نے پسند نہیں کیا کہ بالکل ایک بھیڑوں کے ریوڑ کیطرح پراگندہ اور متفرق ہوں اور کوئی ظاہری حکمراں اُنپر نہ ہو تو کسطرح یقین کیا جا سکتا ہے کہ باطنی حکومت کے لئے روحانی طور پر روحانی باگ کو ہاتھ میں لینے والا خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مقرر نہ ہوتا رہے۔ ؎

چنانچہ قانون قدرت کے موافق اسلام کے ساتھ بھی خداوند علیم حکیم کی وہی عادت جاری ہے اور پہلا ہولناک واقعہ جو ایک بلافصل عظیم الشان اور نبوت کے رنگ اور خوبو میں مقتدر مجدد کی ضرورت کا مقتضی ہوا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا واقعہ ہے اسمیں نہایت صبر اور ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کرنا چاہئے یہ مسلم اور واقعی بات ہے

؎ یہی روحانی باگ کو ہاتھ میں لینے والا ہر صدی کے سرے پر پیدا ہوا کرتا ہے جو مجدد نام سے پکارا جاتا ہے

کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف جیسی کامل اور مکمل اور نورانی کتاب چھوڑ کر
اس دنیا سے رحلت فرما ہوئے گویا جلب منفعت اور دفع مضرت کی سارے ضرورتوں
اور اسباب کو کامل کر کے اس مسافر خانہ سے باہر نکلے مگر جوں ہی یہ خبر مشتہر ہوئی اور علم ہوا
کہ حضرت خاتم نبوت وفات پا گئے ہیں سارے عرب میں فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑک اٹھی
ہر طرف لوگ الٰہی دین سے پھر گئے۔ مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ ارتدت العرب
بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی تمام عرب حضرت رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد اور بیدین ہو گیا۔ یہ بات ثابت ہے کہ خلافت کے احکام بجز مدینہ
طیبہ اور مکہ کے کسی جگہ قائم نہیں رہے تھے۔ ایسا زلزلہ پڑا۔ اور ایسی جنبش آئی کہ بڑے
بڑے مخلص اور زبردست صحابی بھی آنحضرت کی وفات کے بعد حیران ہو گئے اور انکی روحوں
میں بھی سخت شغب و اشتغال پیدا ہوا۔ حوصلہ و تحمل کی باگ ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور بار بار
گھبرا گئے کہ اب کیا ہو گا اس لئے کہ وہ عرب کی آتشیں طبیعت اور جنگجو عادت سے واقف تھے
اور عادتاً انھیں ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ اس نئے نظام کی خدا جانے اب کیا صورت ہو گی۔
اب بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریعت کے کامل ہو جانے اور قرآن کے محفوظ اور مدون
ہو جانے کے بعد ڈر ہی کیا تھا اور فتنہ ہونا ہی کیوں تھا مگر عادتاً قیامت انگیز فتنہ ہوا
اور آخر ایک شخص کی ضرورت اسلام کو ثابت ہوئی اور ضروری تھا کہ وہ ہوتا۔ خوفناک
فتنہ برپا ہوا اور اسکا فرو ہونا اسلام کی زندگی کے لئے ضروری تھا اس نے دکھا دیا کہ معاً
ایک قوی عصا بردار کی کسقدر ضرورت پڑ گئی۔ اسی کا نام ضرورت تجدید ہے اور ایسے
فتنوں کے دور کرنے والے کو مجدد کہتے ہیں اس سنت اللہ کے موافق ایسے پُر فتن وقت میں
وہ زبردست مجدد جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند پر بلافصل خلافت کے لئے
منتخب ہوا۔ اور جو اسلام کی روحانی اور جسمانی دنیا میں آدم ثانی ہونے کا فخر رکھتا ہے
اس نے کیا کیا؟ اس خطرناک حالت میں جب کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم سخت حیران تھے۔

کہ کیا انتظام کیا جائے۔ بعض خانہ نشین ہو گئے تھے۔ بعض سراسیمہ و حواس باختہ پھرتے تھے
قرآن شریف ہی کو متمسک کیا اور ایک دلوں کو ہلا دینے والی اور پُرجوش تقریر سے سب کے دلوں کو
پھر مضبوط کر دیا اور ایک ہی آیت کو روح القدس سے تائید یافتہ دل اور رحمانی القا سے عین
وقت پڑھکر سب کے ایمان۔ جوش۔ ولولے تازہ کر دئے۔

اس وقت اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ ایک پُر حوصلہ اور روحانی قوت سے بھرے ہوئے
دل کے ساتھ پوری کوشش اور پوری جانفشانی کام میں نہ لاتے تو اسلام کے لئے بڑی سختی کا سامنا
تھا لیکن ایسے نازک وقت میں اللہ تعالے نے اپنے ایک بندہ کے دل میں قوت آسمانی ڈالی
جس نے تمام صحابہ کو اکٹھا کر کے یہ آیت پڑھکر سنائی وما محمد الا رسول قد خلت من
قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على
عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين [۱۳۳] اس آیت میں
حضرت ابو بکر رضؓ نے سارا سلسلہ انبیاء انکی نظروں کے سامنے پیش کر کے دکھا دیا کہ جس بشر
رسول آئے سارے کے سارے وفات پا کر اُٹھ گئے وہ کتاب جو حي وقیوم خدا کی طرف سے
ہے۔ اور اُس حي وقیوم خدا کی طرح حی وقیوم ہے۔ آنحضرت کی وفات پانے سے کیا اس میں
بھی کچھ فرق آسکتا ہے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے حي وقیوم خدا کے دین کو
چھوڑ بیٹھو گے ؟ یاد رکھو۔ جو خدا تعالے کے دین کو چھوڑ دے گا۔ تو اللہ کو اُسکی کچھ پروا
نہیں۔ وہ خدا کو ذرا بھی نقصان نہ پہونچا سکے گا۔ اور دین الٰہی کو ذرا بھی نقصان نہ
پہونچ سکے گا۔ اور اس دین پر قائم رہنے والے دین اور دنیا دونوں میں بڑی قدر اور
عزت پائیں گے۔

یہ آیت جب حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے پڑھی تو سب کو ایسا معلوم ہوا کہ ابھی نازل ہوئی
ہے۔ سنتے کے ساتھ ہی سب کے سب خواب غفلت سے جاگ پڑے۔ اُن کے حوصلے بلند ہو گئے
اور اسلامی جوش تازہ ہو گیا۔ صدیق کی پچھلی تقریر سے صحابہ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ دفعۃً اسلام کی

حمایت کے لیئے قوی دل اور سینہ سپر ہو گئے ۔
اس کے بعد چھوٹے نبی عرب کی اطراف و جوانب میں اُٹھے ۔ کسی کے ساتھ لاکھ آدمی کسی کے ساتھ کم نہیں ۔ اور یہ سب اسلام کے سخت مخالف اور دین الٰہی کے مہیب دشمن تھے جنکا منشا سراسر دنیا سے اسلام کی بیخ کنی اور استیصال تھا ۔ مگر اُس اولوالعزم مجدد کے سامنے ساری مشکلات آسان ہو گئیں ۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام مشکلات پر غالب اور کل دشواریوں پر کامیاب ہوا ۔
اسلامی دنیا میں یہ پہلا مجدد تسلیم کیا گیا ہے ۔ اب بتاؤ کہ اس نے کوئی نئی آیت بنائی یا حکم جاری کیا ۔ نہیں ۔ ہرگز نہیں ۔ اُسی قرآن اُسی سنت صحیحہ ثابتہ کو جو رسول خدا چھوڑ گئے تھے ۔ اور جس کی نسبت آنحضرت کی وفات کے بعد تفرقہ پڑ گیا تھا ۔ متمسک کیا ۔ اپنے اقتدار اور انفاس طیبہ سے دوبارہ اسلام کو قائم کیا اور ہمیشہ کے لیئے راستی اور سچائی کی نیو جاری تو غرض یہ ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے نظام ظاہری کو قائم کیا ہے اُسی طرح اُسکے پہلو بہ پہلو روحانی نظام کا بھی مسلسل اور مستقل انتظام فرما دیا ہے ۔ افسوس ہے جو نظام ظاہری کو آنکھوں کے سامنے دیکھے اور اُس کے وجود سے چارہ نہ سمجھے اور روحانی نظام اور مجددوں کے وجود پر تعجب کرے بہرے خیال ہیں اب اس خصوص میں زیادہ بولنا ضروری نہیں قریباً تمام لوگ مجدد کے مفہوم اور اُسکی ضرورت سے آگاہ ہیں ۔ سُنیوں کے نزدیک ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کا آنا مسلّم امر ہے ۔ شیعہ لوگ بھی امام کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں چنانچہ اب بھی نہایت ناعاقبت اندیشی اور غلط کاری سے امام غائب مہدی کے لیئے چشم براہ اور منتظر ہیں جسکو کہیں کسی غار میں چھپا ہوا بیان کرتے ہیں ۔ اصل بات یہ ہے کہ غیبوبت امام کا مسئلہ راستا ہے درست مگر اس کے سمجھنے میں غلطی کی گئی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ اہل سُنت میں یہ روایت ہے کہ مہدی کچھ عرصہ کے لئے شناخت نہ کیا جائے گا اور اُس کی تفسیق و تکفیر ہوگی گویا وہ غائب ہوگا ۔ اور شیعوں میں لفظ غیبوبت کا ہے مآل دونوں کا واحد ہے سو بات اصل میں

واقعی ہے اور آج نتیجہ میں بھی ایسا ہی ثابت ہوا ہے۔ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام عرصہ دراز تک بالکل محجوب اور غائب رہی اور تکفیر کے تاریک فتووں نے جہان کی نگاہوں سے آپ کو پوشیدہ رکھا مگر اب وہ سیاہ بادل پھٹ رہا ہے اور خدا کا بدر کامل آنکھوں کو سرور بخشنے کے لئے درخشاں ہوگیا ہے حضرت موعود علیہ السلام کے الہام میں اسکا اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے فحان ان تعان وتعرف بین الناس یعنی وقت آگیا ہے کہ تیری اعانت کی جائے اور تو لوگوں میں شناخت کیا جائے۔ مگر افسوس شیعہ ایک فضول اور ناشدنی امر کے انتظار میں آنکھیں سفید کر رہے جیسے نصاریٰ کے بیفائدہ انتظار میں جان کھپا رہے ہیں اور نادانی سے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ خدا کے بندہ مسیح علیہ السلام کشمیر میں آرام فرماتے ہیں۔ غرض آنے والا آگیا اور آسمان و زمین نے گواہی دی کہ وہی مہدی اور وہی مسیح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام اسلام کے فرقے تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ دنیا میں شریعت کے قائم کرنے کے لئے مجدد ہوا کرتے ہیں اور ہوئے۔ پس اسوقت اگر اس نئے مجدد کی ضد اور مخالفت اور بغض اور عداوت کی وجہ سے کوئی مجدد دین کی ضرورت نہ تسلیم کرے تو یہ نہایت ناانصافی بلکہ ظلم صریح ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اس وقت سے کوئی بیس برس پہلے جبکہ براہین احمدیہ کی پہلی جلد میں جلی قلم کا اشتہار نکالا جو اس کے شروع میں بڑے بڑے موٹے حروف میں لکھا ہوا موجود ہے اور جسمیں تمام مذاہب کو اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج کیا گیا ہے۔ اس میں اور اس زمانہ کے قریب کے دیگر اشتہارات میں بڑی بڑے زور سے دعوی کیا ہے کہ میں اس صدی پر مجدد ہو کر آیا ہوں اور اسلام کا خوشنما چہرہ اور دلربا حسن دنیا کو دکھلانے کے لئے مامور ہوا ہوں لیکن یہ جملہ کبھی اور کسی اشتہار میں ہرگز ہرگز نہ پاؤ گے جہاں انھوں نے یہ کہا ہو کہ میں کلام ربانی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے سوا کوئی نئی شریعت یا نیا دین یا نیا حکم لانے کا دعوی کرتا ہوں۔ اور حقیقت میں یہ الفاظ اور یہ دعوی انکا کہ میں کوئی نئی چیز نہیں لایا اور نہ کوئی نئی شریعت قائم کرتا ہوں۔ بلکہ احمد نبی

دین کا غلام اور اُسی کو واجب الاتباع اور قابل اطاعت سمجھتا ہوں۔ بالکل لغو اور فضول ہوتا اگر انکی علمی کارروائی اُن کے اعمال۔ افعال اور ایسی باتیں اُنمیں پائی جائیں جو تحریر شدہ دعوی کے برخلاف ثابت ہوتیں

جس شخص کے دل میں ذرا بھی انصاف نہ ہو۔ اور بالکل متعصب اور محض نکتہ چیں ہو وہ بھی دیکھہ سکتا ہے اور جانتا بھی ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب برابر پانچوقت کی نمازیں اول وقت میں بلا کسی قسم کی تبدیلی اور کمی بیشی کے پڑھتے ہیں جیسا کہ تمام مسلمان پڑھتے ہیں۔ اُنکی مسجد میں ایک موذن ہے جو پینتیس سال سے مقرر ہے ویسی ہی اذان دیتا ہے جیسا کہ تمام مسلمان اپنی مسجدوںمیں دیتے ہیں۔ وہی کلمات ہیں جو تمام لوگ اذان میں پڑھتے ہیں۔ اُسکو حکم ہے کہ ہمیشہ اول وقت میں نماز کی بانگ دیا کرے۔ چنانچہ ہمیشہ سے اُسکی تعمیل ہوتی چلی آئی اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر ماہ رمضان میں مرزا صاحب کے روزوں کی تعداد بھی اُسی قدر ہے جس قدر تمام لوگ رکھتے ہیں۔ ایک ہلال سے لیکر دوسرے ہلال تک بلا کسی قسم کی تغییر اور تبدیل کے وہ روزے رکھتے ہیں۔ پس ایک منصف مزاج آدمی جو خدا کے لئے غور کرنے والا اور تعصب سے پاک طبیعت رکھتا ہو جان سکتا ہے اور خود دیکھہ سکتا ہے کہ باوجود اتباع امر شریعت غرّا و محکمہ کے کیونکر ہو سکتا ہے کہ زبانی یا تحریری ایسا دعوی کیا ہو جو پینتیس سال کے عملی ثبوت کے بالکل ضد اور برخلاف ہو۔

غور کرنا چاہیئے کہ جب مرزا صاحب نے کوئی ایسا برا لفظ نہیں جو مخالف دنیا سے اپنے حق میں نہ کہلوایا ہو۔ کاذب کذاب مفتری دجال ضال مضل کافر اکفر یہود و نصارا سے بدتر بیت پرست ہندووں سے خراب اور بدتر سے بدتر یعنی ملعون جہنمی سب کچھہ اپنے حق میں کہلوالیا تو اس سے بڑھکر اور کون سے الفاظ ہیں جنسے وہ ڈرتے تھے اور کونسا امر انکو اس سے مانع تھا کہ وہ دین کے اندر کچھہ تحریف یا تبدیل یا تنسیخ یا ترمیم کر دیتے۔ کیا ضرور تھا کہ وہ احکام اسلام ہی کا جوا اپنے اوپر رکھتے رہتے۔ کیوں نہ اُنھوں نے کسی نماز میں تخفیف کرلی

یا شریعت کا کوئی حکم اور بدل لیا اور اُس کے موافق عمل کیا ۔ اگر اُن کو بقول مخالفین دعویٰ نبوت
ہوتا تو شریعت احمدیہ کی یہ سخت اتباع اُنھوں نے اپنے اوپر کیوں لازم پکڑ لی ؟ ایک شخص جو
کہتا ہے کہ میں مستقل نبی یا مستقل بادشاہ ہوں تعجب ہے کہ دوسرے بادشاہ کی اطاعت کا جوا
اپنی گردن پر رکھے ۔ بیشک شریعت محمدیہ کی نسبت جسطرح مرزا صاحب نے زبانی اور تحریری دعوے
کیا ہے اور بار بار دعویٰ کیا ہے اور شد و مد سے بیان کیا ہے کہ لعنتی ہے اور خطرناک ملعون ہے،
وہ شخص جو قرآن کریم جیسی عظیم الشان اور جامع اور مکمل کتاب کے ہوتے کسی اور نئی کتاب کے آنے کا
انتظار کرتا یا کسی دوسری شریعت کی راہ تکتا یا اسمیں تبدیل یا تنسیخ کا ارادہ رکھتا ہے ۔ یہ دعوے
جھوٹا ہو جاتا اور ہرگز تسلیم نہ کیا جاتا ۔ اگر اُنکی عملی زندگی شریعت محمدیہ کے برخلاف ہوتی اور
وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی ٹال دیتے اور اُس کے سوا کوئی دوسرا حکم سکھاتے یا اُسپر خود عمل کرتے
لیکن خدا کے لئے سوچو اور انصاف کے ساتھ غور کرو ۔ جدا جدا اور مل مل کر فکر کرو ۔ بغض اور
کینہ کو دلوں سے نکال کر سوچو آخر مرنا ہے اور خدائے ذو الجلال کے عرش کے نیچے حاضر ہونا ہے ۔ کہ
مرزا صاحب کے لئے وہ کونسا ڈر ۔ کونسی دھمکی ۔ کونسا خطاب باقی ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات سے
ڈرتے اور جھینپتے ہیں کہ اپنی نئی شریعت قائم کرلیں ۔ طرح طرح کی دھمکیاں انکو دی گئیں ۔ قتل کے
منصوبے باندھے گئے ۔ اقدام قتل کے مقدمے اُنکی نسبت کھڑے کئے گئے ۔ عزت ۔ مال ۔ جان پر
حملے کئے گئے ۔ اُن کی باتوں کو کاٹ کاٹ کر اور تنسیخ و مسخ کر کے کفر یہ پیرایوں میں ظاہر کیا گیا
اب کونسا ڈر باقی ہے جس نے اُن کو اسبات کے لئے مجبور کیا ۔ کہ دعویٰ تو ہو مستقل نبوت اور
ذاتی رسالت کا اور جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جوا گردن
پر رکھیں ۔ بات بات میں شریعت احمدیہ کا حوالہ دیں ۔ بال بال شریعت محمدیہ کا اتباع کریں
میں ہر ایک شخص کی سچی ضمیر یعنی کانشنس کے آگے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدا کے لئے اور محض
اللہ ہی کی خاطر بے ریا دل سے کر اور کینہ اور بغض نکال کر سوچے کہ مرزا صاحب کو باوجود دعویٰ
نبوت [illegible] کے نئے احکام جاری کرنے یا شریعت محمدیہ کے برخلاف عمل کرنے سے اب کونسا ڈر

کونسی دھمکی۔ کونسا نیا خطاب باز رکھہ سکتا ہے۔ میں دلیری سے کہتا ہوں اور بڑی دلیری سے جسمیں بزدلی کا شائبہ تک نہیں اور ایسے دعوے کے ساتھہ جسکو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ کہ ہرگز اس چودھویں صدی کے مجدّد نے دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں قرآن کے برخلاف کچھہ لایا ہوں یا لانے کا ارادہ رکھتا ہوں یا شریعت احمدیہ کے بعد کسی دوسرے شخصکو بھی واجب الاتباع اور پیروی کے قابل خیال کرتا ہوں یا تغییر و تبدیل کو روا رکھتا ہوں۔ پھر جب کہ یہ مجدد کوئی نئی شریعت نہیں لایا نہ لانے کا ارادہ رکھتا ہے نہ ترمیم و تنسیخ کو شریعت میں دخل دینا روا رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی کتاب ہے اور ایسا قلعہ مستحکم ہے کہ کسی مخالف کسی دشمن کی تاخت و تاراج کا ہاتھہ اُسپر دراز نہیں ہو سکتا تو پھر اس نئے مجدد کے آنیکے کیا معنی ؟۔ اس سوال کے جواب میں اب زیادہ تکلیف کے اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب ہمیشہ سنتے آئے ہیں کہ مجدد آیا کرتے ہیں اور آنحضرت ؐ کا یہ ارشاد ہے کہ ہر ایک صدی کے سرے پر ایک مجدّد پیدا ہوا کرے گا تو اس نئے مجدد کے آنے میں کیا محل استعجاب اور کونسا استبعاد ہے ؟۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے رح بڑا پُر زور دعوا کیا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے امام اور حکم بنکر امر حق کا فیصلہ کرتا ہوں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رح نے بھی دعویٰ کیا چنانچہ مجدد کا لفظ ہی اُن کے نام کی جزو ہو گیا ہے پس اگر کوئی بغض سے وجود مجدّد اور ضرورت مجدد کو نہ مانے تو نہ مانے اُسے اختیار ہے ورنہ خدا تعالیٰ کا کلام اور خدا تعالے کا کام تو مجددوں کو لگاتار بھیجکر اور آئندہ کو بھیجنے کا وعدہ فرما کر اس سنت پر مہر لگا چکا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے مجددیت کا دعویٰ کر کے کونسی نئی بات نکالی۔ کس قسم کی دین میں تبدیلی کی۔ کیا شریعت کے برخلاف عمل درآمد کیا۔؟۔ ہاں ایک بڑی ضروری اور لازمی اصلاح امت میں کی۔ جس کے لئے خدا تعالیٰ نے انکو مامور کیا۔ بات یہ ہے کہ اُن دنوں ہندوستان میں شیعہ لوگوں کا بہت زور تھا نورجہاں بیگم ایران کی ایک امیرزادی بدقسمت جہانگیر کے نکاحمیں آئی جو اُسکے

لئے ایک دیبی کے حکم میں تھی بُت پرست جہانگیر نے اپنی سلطنت کے تمام سیاہ وسفید اُسکو اختیار میں ڈالدئے وہ خطرناک متعصب شیعہ تھی اُس نے ایران سے بکثرت اہل تشیع بلاکر ہندوستان میں ہر طرف عہدہ ہائے جلیلہ پر سرافراز کردئے اور شیعوں کا ہر سمت عمل ودخل ہوگیا وہ سارے ہندوستان میں پھیل گئے - غرض کہ مذہب شیعہ کی عام اشاعت اور زور شور سے جیسا کہ اس فرقہ کا فطری تقاضا ہے کہ اعمال صالحہ تقوی طہارت سچا خوف سچی پابندی مذہب اُن کی نظر تو ہمیں رکھی ہی نہیں گئی۔ دنیا سے اسلام سے سچا تقوی وطہارت خشیت اللہ رخصت ہونے لگا طرح طرح کی رسوم بد اور بدعات دنیا میں پھیل گئیں اور قریب تھا کہ شعائر دینی کی پابندی اور حقیقی تقوی طہارت کا نام ونشان دنیا سے اُٹھ جائے کہ حضرت مجدد سرہندی نے تجدید دین کا بیڑا اُٹھایا اور خدا تعالیٰ سے روحانی طاقت پاکر دنیا میں تقوی اور طہارت کی جڑ پھر قائم کی چنانچہ مکتوبات امام ربانی کو پڑھنے والے اُسکی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آپ کے زمانہ میں عوام الناس اور دربار شاہی میں کسقدر اصلاح کی ضرورت تھی - میں سچ کہتا ہوں اور مجھے اس کے ماننے سے چارہ نہیں ہے کہ اگر حضرت شیخ احمد سرہندی اُس زمانہ میں تجدید دین کے لئے مامور نہ ہوتے - تو پھر تقوی وطہارت اور خدا سے ڈرنے والی قوم اہل سنت کا ہندوستان میں نام ونشان نہ رہتا - دیکھو ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ جس جس قسم کی بیماری دنیا میں پیدا ہوتی ہے ویسی ویسے اصلاح کے سامان خداوند تعالےٰ دنیا میں مہیا کرتا ہے اس وقت اس قسم کی تجدید کی ضرورت تھی حضرت شیخ احمد سرہندی نے ویسی تجدید کی - آجکل فلاسفی اور حکمت کا زمانہ ہے اسی رنگ اور اسی پیرایہ میں تجدید ہونی مناسب تھی جو اس صدی کا مجدد بڑے زور شور سے کر رہا ہے اور قرآن شریف کی حقانی فلاسفی کے آگے دنیا کی خشک اور بےمعنی فلاسفی کو دھکے دیتا اور چکنا چور کر رہا ہے اصل بات یہ ہے کہ ہمیشہ تجدید واصلاح زمانہ کی حالت کے مناسب ہوتی ہے

اُس آخری اسرائیلی نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلاح ہی کی طرف نگاہ ڈالو اُس نے کس قسم کے احکام سکھائے انجیل متی کے پانچویں باب کی ۳۸ آیت

سے ۲۱ تک مطالعہ کرو۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُسکی طرف پھیر دے اور اگر کوئی چاہے کہ تجھپر نالش کرکے تیری قبا لے کرتے کو بھی اُسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لیجائے اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے کچھ مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اُس سے مُنہ نہ موڑ۔ انتہیٰ۔ یہ تعلیم نہایت ہی نرمی پر مبنی ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو ایک فوق الطاقت بوجھ قوم پر ڈالا گیا ہے مگر ایک سرکش متکبر اور بات بات میں انتقام لینے والی قوم کے مناسب حال اُسوقت یہی تعلیم تھی اور درحقیقت مختص الزمان تعلیم تھی یہی وجہ ہے کہ نصاریٰ ساری تعلیم پر عملاً خاک ڈال چکے ہیں اور اس خلاف تعلیم کرنے پر پردہ ڈالنے کے لئے خشک اور بے عمل ایمان کا اصول گھڑ لیا ہے۔ افسوس اُس ایمان پر جس کے ساتھ عمل نہ ہو وہ ایک درخت ہی جسکو پھل نہیں۔ بہرحال مسیح نے ایسی ہی تعلیم دی اور اجتہاداً قوم کی اصلاح کی راہ نکالی اور یہ تعلیم ایک قوم کے حالات کے ساتھ مخصوص اور اقتضاء وقت کے نہایت مناسب حال تھی یہود یومیں بے رحمی بے ترسی سنگدلی بات بات میں شورہ پشتی اشتعال انتقام جوش غضب کی عادت ازحد پیدا ہو گئی تھی۔ تمام قوم اور تمام سوسائٹی میں یہی مرض پھیل گیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس مجدد دین حضرت مسیح کو اس قسم کی اصلاح کے لئے بھیجا یعنی عفو و رحم ہی کی شق پر زور ڈالا گیا تاکہ اُنکی عادت انتقام و اشتعال کو جو حد سے نہایت درجہ بڑھگئی تھی اعتدال پر لائے۔ سچ پوچھو تو مسیح کی تعلیم کچھ توراۃ کے نقیض یا جدید نہیں تھی۔ صرف قوم یہود کی قساوت قلبی اس بنا پر زور ڈالنے اور اس ریفارمیشن کا موجب ہوئی۔ ورنہ حضرت مسیح نے بھی بار بار توراۃ کی تعمیل اور پابندی کے لئے حکم دیا اور بڑے دعوے اور زور سے کہا کہ میں توراۃ کو منسوخ یا تبدیل کرنے نہیں آیا بلکہ اُسکی تعمیل کرانے اور عملی تعمیل کو مکمل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ یہود حضرت مسیح کی نسبت بھی یہی کہتے رہے کہ جب یہ شخص

توراة ہی کی تعمیل کا حکم دیتا ہے اور کوئی نئی تعلیم نہیں دیتا تو اس کے ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ توراۃ کو تو ہم آگے ہی مانتے ہیں۔ لیکن بعد میں آنیوالی نسلوں پر اپنی حالت فاسدہ پر نظر کرکے یہ بات بالکل کھل گئی کہ سچ مچ مسیح ایک بڑا روحانی مجدد اور مصلح قوم تھا۔ چنانچہ آخر کار مسیح کے مذہب کو بہت ترقی ہوئی اور خود قوم یہود میں سے بھی بہت سے لوگ اُس کی اصلاح کے قائل ہوگئے اور اُسکے دین میں کچھ آئے۔ حضرت مسیح کے وقت قوم یہود کی حالت نہایت ہی بُری تھی۔ چنانچہ انجیل میں مسیح نے اُن کے عیب چُن چُن کر بیان کئے۔ اُن کی ریاکاری نمودی شریعت عدم خلوص سچے تقوے وطہارت سے بے نصیبی کی سخت شکایت کی۔ یہود کی حالت فاسدہ ہی مصلح کے آنے کے لئے راہ تک رہی اور ایک بیّن دلیل اور اُسکی آمد کی کفیل تھی۔

اب قرآن شریف کو دیکھو اُسمیں اہل کتاب کے عیب چُن چُن کر گنے ہیں۔ یہود کی قساوت قلبی۔ بغی اور فاسدہ حالت کا بار بار نقشہ کھینچ کھینچکر سامنے دکھایا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ خدائے پاک کی مقدس کتاب کو ایسات کی کیا ضرورت پڑی تھی کہ کسی خاص قوم کے عیب گنے نصاری کے معائب وقبائح بیان کرے اُن کے ربّیوں احبار رہبان کی حالت فاسدہ کی تصویر کھینچے اور اسی طرح بار بار اُنکی عیوب شماری پر زور دے کہ گویا کوئی شخص اپنے جوش نفس سے کسی معاند ومخالف قوم کے عیب گنتا ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ عیوب اور قبائح ایک مصلحت کی وجہ سے واقعہ کے مطابق بیان کئے گئے ہیں تاکہ ان قوموں کی واقعی حالت کا نقشہ سامنے رکھکر اُس وقت کے لوگ اور آیندہ نسلیں معلوم کرلیں کہ اقوام کی یہ شدید حالت فاسدہ ایک عظیم الشان مصلح کے آمد کی مقتضی تھی اور خود وہ قومیں بھی قرآن شریف کے آئینہ میں اپنی حالت کی ہو بہو تصویر دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ ہماری حالت فاسدہ اور عیوب اور قبائح بدون ایک مصلح کامل کے رفع نہیں ہوسکتی جیساکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بیّنہ میں صاف طور پر اس بارہ میں اشارہ بھی کیا ہے کہ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم

البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ کفار اہل کتاب اور مشرک لوگ اپنے عقاید باطلہ اور حالت فاسدہ سے کبھی جدا ہونے والے نہیں تھے تاوقتیکہ ان کے پاس ایک بیّن نشان نہ آجاتا یعنی اللہ کی طرف سے ایک زبردست رسول جو ان پر پاک اور مقدس صحائف پڑھتا جو ان کے عقائد باطلہ کو درست کرتے اور ان کی حالت ناقصہ کی اصلاح کرتے۔

میں پھر اس بات کیطرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم تو ایک مقدس اور مطہر کتاب ہے جس کا نام کتٰب حکیم ہے اور خدائے حکیم ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہے پھر اسمیں یہ عیوب قوموں کے کیوں گنے گئے ساری دنیا کی حالت فاسدہ اور ان کی مثالب و معائب اور رذایل کی تشریح و تفصیل کیوں کی گئی اور خصوصًا سورہ بقرہ میں بار بار اور متواتر یہود کے معائب کیوں بیان کئے گئے قرآن شریف کی حکیمانہ شان تو اس سے ارفع و اعلےٰ ہے کہ کوئی لغو حرکت کرے یا خواہ مخواہ قوموں کے معائب کے دفتر کھولے یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کتاب حکیم ہے اور اس لئے اُسکی کوئی حرکت ایسی نہیں ہو سکتی جو سچے علم حقہ فلسفہ پر قائم نہ ہو۔ اقوام کی حالت ناقصہ کی یہ ہو بہو تصویر اسلئے کھینچی گئی۔ تاکہ ان لوگوں کو اُس آئینہ میں اُنکا اصلی چہرہ دکھائے اور ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت بتائے یہ سب عیوب و رذائل بُنیادی پتھر تھے حضرت رسول کریم کی نبوت کے لئے تاکہ آنحضرت کی تشریف آوری اور قرآن کے نزول کی ضرورت حقہ ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وبالحق انزلنٰہ وبالحق نزل ہم نے اس قرآن کریم کو ضرورت حقہ کے ساتھ نازل کیا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ ہی وہ اُترا ہے قرآن شریف میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی ضرورت و مصلحت بیان کردی گئی ہے کہ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے برّ اور بحر دونو میں بگاڑ پیدا ہو گیا بر سے مراد ہیں وہ لوگ جو فیض علم سے بے بہرہ اور محض اُمی ہیں۔ اور بحر سے علماء اقوام مراد ہیں جو علم اور معانی کے سمندر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ظھر الفساد فی البر و البحر یعنی اہل کتاب بھی بگڑ گئے تھے اور عوام الناس کی

حالت بھی تباہ ہو گئی تھی۔ میرے مضمون کا یہ موضوع نہیں ورنہ میں بیان کرتا کہ روم۔ مصر۔ ایران۔ ہند۔ پنجاب وغیرہ کی اُسوقت کیا حالت تھی۔ کس طرح سب کے سب بگڑ گئے تھے اور کہیں خدا پرستی کا نام نشان نہیں رہا تھا۔ تمام بلاد متمدنہ میں بدعات اور بد اخلاقیاں اور رذائل جڑ پکڑ گئے تھے اور روحانی زمین بالکل خشک اور مردہ ہو گئی تھی اُسوقت اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون قدرت کے موافق یاس اور قنوط کے بعد باران رحمت نازل فرمایا اور وہ اکمل و مکمل عظیم الشان ہادی تشریف لایا اور اُس نے تمام روحانی زمین کو تازہ سرسبز اور سیراب کر دیا اور خوب ثابت ہوا کہ ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا یقیناً اللہ تعالیٰ زمین کو اُس کے مرنیکے بعد زندہ کرتا ہے۔ منجملہ اور قوموں کے قرآن کریم میں دو قوموں سے مخصوصاً خطاب کیا گیا ہے وہ ہیں نصاریٰ اور یہود۔ چونکہ اسلام اور عیسویت اور یہودیت تینوں درحقیقت ایک ہی اصل سے ہیں اور معتد بہ حصہ ان میں مشترک ہی اور یہود و نصاریٰ نابینائی اور خطا سے تقلید پر جم کر اسلام کی ضروری تجدید سے انکار کرتے تھے لہذا ضروری ہوا کہ قرآن انکی طرف پوری توجہ کرے اور دکھادے کہ تمھیں مصلح کی ضرورت ہے اور ہدایت حقیقی اور دین حنیفی کے خلاف یہ بدعات تم نے اپنی طرف سے ملالی ہیں جنکی اصلاح کی ازبس ضرورت ہے بنا بر آں انمیں سے یہود کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ الخ پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے سو وہ پتھر کی مانند ہو گئے یا اُس سے بھی کہیں بڑھکر۔ اور پھر فرمایا واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم و انتم تشہدون ثم انتم ہؤلاء تقتلون انفسکم و تخرجون فریقا منکم من دیارھم تظاھرون علیھم بالاثم والعدوان وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم وھو محرم علیکم اخراجھم افتؤمنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم باہم خونریزی نہ کیجیو۔ اور نہ اپنے لوگوں کو جلاوطن کیجیو۔ پھر تمنے دل سے اقرار کر لیا پھر اب تم ہی وہ ہو۔ کہ بالکل احکام الٰہی کے برخلاف اپنے

لوگوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہو ان پر گناہ اور تعدی سے چڑھائی کرتے ہو باہم بھائی بھائی فتنہ فساد مچاتے ہو اور مقدمات قائم کرتے ہو۔ الفت و مصالحت سے رہنے کا توراۃ میں حکم تھا۔ لیکن تم آپس میں مقدمہ بازی اور اخراج وطن وغیرہ کرتے ہو۔ اور جب اسیر ہو کر تمہارے پاس آتے ہیں تو انہیں فدیہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ سرے سے تم کو انکا اخراج وطن ہی ناجائز تھا۔ کیا تم کسیقدر کلام الٰہی کو مانتے اور بعض حصہ سے یک لخت انکار کرتے ہو۔ پھر بار بار کلام ربانی میں انکی نسبت کہا گیا کہ تم ناحق لوگوں کا مال کھاتے ہو اور بیاج کھاتے ہو جس کا کھانا تم پر حرام تھا ہر ایک قسم کے فسق فجور اور بدکاری میں دلیر ہو۔ ہر ایک راستبازی کی مخالفت کرتے ہو۔ نبیوں کی قتل کے اقدام کرتے ہو۔ اور تمھاری سوسائٹی میں زنا۔ حرامکاری شراب فحشا، منکرات پھیل رہے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تم کو کوئی تعلق نہیں کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہود ناموس الٰہی کا ذرا پاس نہیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے افعال سے تعرض چھوڑ دیا تھا جو امر معروف کا نشان ہے اور تقوی طہارت کا انمیں نام و نشان تک نہیں رہا تھا۔

غرضکہ میں آپ سب صاحبوں کو سورہ بقرہ کیطرف توجہ دلا کر اسکے مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں کہ آپ لوگ دیکھیں کہ نبوت محمدیہ کے قائم کرنے اور اس کی ضرورت بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کسطرح قوم یہود کی حالت فاسدہ کا مفصل حال بیان کیا ہے اور کیونکر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ریفارمیشن کی عمارت بنانے کے لئے ان کے معائب و قبائح کے بیان کو اس اصلاح و تجدید کی بنا ٹھیرایا ہے خوب سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف نے اس قوم کے سچے معائب بیان کرکے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مجددیت و ماموریت کی سچی ضرورت بیان کردی ہے۔

نصاریٰ کی طرف مخاطب ہو کر یوں فرمایا ہے کہ لا تقولوا ثلٰثۃ انتھوا خیرا لکم۔ تین مت کہو۔ باز آجاؤ۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہے۔ وقالوا اتخذ اللہ ولدا سبحٰنہ۔ ھو الغنی لہ ما فی السموات والارض

إن عندكم من سلطان بهذا أتقولون على الله ما لا تعلمون + مسیح کو خدا کا بیٹا نہ پکارو اس لئے کہ اللہ تعالے اس بات سے بے نیاز ہے کہ اُسکی طرف بیٹا منسوب کیا جائے - بعض نادانوں نے تعجب اور انکار سے قرآن کریم کے اس الزام ولد کو دیکھا ہے اور بڑے عقلمند عیسائی خفا ہو کر اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن نے ان کی ابنیت و ولدیت کے سر کو سمجھا ہی نہیں اس بحث کا یہاں محل نہیں ابنیت و ولدیت کو جن معنوں میں خدا کی طرف منسوب کرو مدعا اور نتیجہ واحد ہے - یاد رکھو کہ صرف بیٹا منسوب کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی - لیکن عیسائیوں نے مسیح کو بیٹا بنا کر جو نتیجہ نکالا اور اپنے زعم میں جو فائدہ حاصل کیا - وہ ایک بڑا کپکپا دینے والا اعتقاد تھا - عیسائیوں کو بیٹا بنانے کی یہ ضرورت پیش آئی کہ کفارہ کا جھوٹا اور لغو مسئلہ تراشا جائے جس میں تقوی طہارت نیکی کرنے بدی سے بچنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی - اور جس کے ماننے سے اگر انسان بالکل حیوانوں کیطرح زندگی بسر کرے تو کوئی خوف اور کوئی امر اس کو اس بات سے مانع نہیں ہوسکتا - یہ مسئلہ تمام بدیوں کا منبع تمام فسق و فجور کا چشمہ اور اعمال صالحہ کا مستاصل ہے کیونکہ اگر اعمال صالحہ کی ضرورت ہے تو کفارہ باطل ہے - اور اگر کفارہ صحیح ہے تو اعمال صالحہ تقوی اور طہارت بے سود ٹھیرتے ہیں - بہرحال اس مسئلہ کے ماننے سے بڑی بیباکی - بڑی دلیری - بڑی جرأت گناہوں پر ہوتی ہے - جب اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں اور تقوی و طہارت کی حاجت نہیں یوم الدین کے ڈر کی طرف لے جانے والی کونسی بات رہ گئی - چونکہ اہل کتاب نے سچے احکام الٰہی کو چھوڑ کر یہ باطل عقائد اور جھوٹے بت تراشے ہوے تھے اس لئے ایک حکم و منصف کا آنا ضروری تھا۔ جو سب کو غلطی پر متنبہ کرتا اور حکم ہو کر ایک قول فیصل بیان کرتا -

+ اور کہتے ہیں کہ خدا نے بیٹا بنا لیا ہے - اُسکی ذات ان باتوں سے پاک ہے وہ تو غنی اور پاک ہے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے - اسپر تمھارے پاس کوئی دلیل تو ہے نہیں کیا اللہ پر بے سمجھی سے باتیں بناتے ہو -

معہذا یہود و نصاری نے اپنے ربیوں - درویشوں عالموں پر یہاں تک اعتقاد جما رکھا تھا کہ گویا اُن کی پرستش کرتے تھے - اُن کی زٹلیات و ہفوات کے مقابل خدا و رسول کے احکام کی کچھ پروا نہ کرتے - خدا تعالیٰ نے اسبات پر اُن کو سخت متنبہ کیا اور فرمایا کہ واجب الاتباع صرف خدا و رسول ہے نصاری کی یہ بری عادت گذشتہ زمانوں پر ہی موقوف نہ تھی - آج بھی دنیوی حکومتوں کے انتظام کی طرح مذہبی حکومت کے گدی نشین اسکے پادری ہی ہیں - اور درحقیقت یہ بلا ان پر انجیل کی تعلیم کے ناقص ہونے کی نحوست کی پڑی ہے - انجیل کی ایک معمولی روٹی مانگنے کی دعا طرح طرح کے جوشوں اور تمناؤں کو ناکافی ثابت ہوئی اس لئے ہزاروں دعائیں اور زبور پادریوں کو ایجاد کرنی پڑی غرض پادری ایک پیغمبر کی طرح شرائع ایجاد کرتے اور کتاب اللہ سے بچوں کیطرح کھیلتے ہیں اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ دین کی عظمت اُن کے دلوں سے مٹ جاتی -

جو شخص قرآن شریف کو پڑھتا ہے دیکھتا ہے کہ قرآن کریم نے ہر جگہ یہی کہا ہے کہ ان هذا القران یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی هم فیه یختلفون - یہ قرآن شریف بنی اسرائیل کے اختلاف مٹانے آیا ہے لتبین لهم الذی اختلفوا فیه یہ آیا ہے تو کہ اُن کے متنازع فیہ اور مختلف فیہ معاملات میں فیصلہ کرے بارہا قرآن نے یہی کہا کہ میں کوئی نئی بات نہیں لایا - نئی تعلیم پیش نہیں کرتا - جسکا تخم توارت میں نہ ہو -

اور ہے بھی یوں ہی - یہ ممکن نہیں - کہ کوئی کتاب الٰہی پہلی شرائع کے برخلاف یا اُن سے علحدہ کوئی نئی بات بیان کرے شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا و الذی اوحینا الیك وما وصینا به ابراهیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه خدا تعالے نے تمھارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کی بابت حضرت نوح ابراہیم موسی و عیسی وغیرہ کو تقید کیا - قرآن نے دعوی نہیں کیا کہ میں کوئی بدعا من الرسل بدعتی رسول یا نئی باتیں بتانے والا ہوں - نہ یہ دعوی کیا کہ یہود نے کلمہ لا اله الا الله چھوڑ دیا تھا - نہ یہ کہ توارات میں کوئی

صحیفہ ایسا بھی ہے۔ جس میں بُت پرستی لکھی ہو۔ پس قرآن نے بار بار یہی کہا کہ میں کلمۂ لآ اللہ الا اللہ کو عملی طور پر دنیا میں قائم کرنے اور اہل کتاب کے متنازعہ فیہ معاملات کے فیصل کرنے کو آیا ہوں۔ میں آیا ہوں تاکہ سچی توحید دنیا میں قائم کروں جسکو قوموں نے چھوڑ دیا۔ ایسی توحید جس سے تقویٰ و طہارت کے چشمے پھوٹ نکلیں۔

شروع میں کہا گیا ہے کہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ زمانوں کے گذرنے کے بعد اسمیں وہ ابتدائی جوش نہیں رہتا اور آخرکار غفلت اور کسل اور بطالت نفس کے بد ارادوں اور ناجائز عادت و رسم کے اتباع سے ملکر ایک خود تراشیدہ دین و اعتقاد کے اختراع کے موجب بنجاتی ہے اور اس ہوائے نفس کے پیدا کردہ مذہب کا اتباع مذہب حق کے اتباع سے بھی زیادہ تر قوی ہوجاتا ہے اسکو کتاب اللہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے فطال علیھم الامد فقست قلوبہم یعنی مجددوں اور راستبازوں کے سلسلہ میں دیر ہوگئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکے دل پتھر ہوگئے۔ اور اللہ تعالے پر حقیقی اور عملی طور پر اعتقاد رکھنے والا اُن میں کوئی نہ رہا یہ تو نہیں کہا کہ توریت اُٹھ گئی۔ توریت موجود تھی اور توریت میں توحید کی تعلیم موجود تھی۔ مگر اُس پر خدا کے منشاء کے موافق عمل کرنے والا کوئی نہ رہا۔ اور اس سے دل سخت ہوکر سچی خدا شناسی۔ تقویٰ طہارت جاتی رہی تھی۔ اور وہ مفاسد پیدا ہوگئے تھے جنکا ذکر سورہ بقرہ میں کیا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ سچا ایمان اور وہ عیوب دونوں ایک وقت جمع نہیں ہوسکتے۔ اس لئے ضرور تھا کہ سلسلہ تجدید قائم ہوتا۔ اور ایک نیا مجدد دینی جوش کو آکر پھر تازہ کرتا۔ اُن کے دلوں کی خساوت کو دور کرتا اور عملی طور پر خدا کی توحید قائم کرتا۔ اس بات کو خوب ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ سورہ بقرہ میں یہود کے معائب اور نصاریٰ کے معائب بیان کرنے میں اسطرف اشارہ تھا کہ ایک وقت مسلمانوں پر بھی یہودیت و نصرانیت کا رنگ چڑھجائیگا اور اُن کی سوسائٹی میں وہی زہرناک مادہ سرایت کرجائے گا آخر اُسوقت بھی قانون قدرت کے موافق اُن میں ایک مصلح کا ظہور ہوگا جو اُن ناپاک حواشی اور عوارض کو رد کرے اور کتاب اللہ اور سُنت کا سچا متن دنیا کو دکھائے گا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ

اس زمانہ میں بھی ایک طوفان برپا ہے۔ غیر قومیں اسلام کو پاؤں تلے کچلنے اور اس کی بیخکنی اور استیصال میں پوری طاقت پوری ہمت صرف کر رہی ہیں ادھر خود انگریزی خوان مسلمان اور یورپین تعلیم سے متاثر لوگ اسلام کے اصول و عقائد پر ہنستے اور اسلام کے مسائل اور اُن کی تعلیم کو لغو قرار دیتے اور قہقہے اُڑاتے ہیں۔ گھروں میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ اسلام ایک سخت نرغہ میں پھنس گیا ہے۔ عملی توحید کا نام و نشان نہیں رہا۔ سچا ایمان سچا تقویٰ و طہارت یک لخت اُٹھ گیا ہے۔ دل ٹھنڈے ہو گئے۔ قلوب سخت ہو گئے ہیں اور اندرونی اور بیرونی طور کے مفاسد محیط ہو گئے ہیں۔ اندرونی پھوٹ اور کمزوری نے بیرونی حملوں کو قوی اور دلیر کر دیا ہے۔ جاہلیت کی خانہ جنگ قوموں کی طرح مسلمان اپنا سارا زور ایک دوسرے کو تباہ کرنے پر صرف کرتے ہیں اور عموماً عقائد و اخلاق کے لحاظ سے اُن صفات رذیلہ کے مصداق ہو گئے ہیں جو سورہ بقرہ میں مذکور ہوئیں اس لئے رحمت الٰہی نے جو ہمیشہ ایسے وقتوں میں اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ اس زمانہ کو مجدد سے خالی نہ چھوڑا۔ اسلام اور اہل اسلام پر ایسے سخت زلزلہ کے وقت مجدد کی ضرورت ایسی ضرورت نہیں کہ ایک غور کرنے والا دل ذرا بھی اُس میں تامل کر سکے۔ زمانہ کی حالت آپ مجدد مجدد پکار رہی اور ایک عظیم الشان مجدد کا راہ دیکھتی ہے جو اُس کے لئے حکم اور منصف ہو کر آوے اور اسلام کو اندرونی تباہیوں اور بیرونی حملوں اور حربوں سے بچائے۔ اور اسلام کی اصلی تعلیم اور عملی توحید دنیا میں قائم کرے۔

حضرت مرزا صاحب آئے اور انھوں نے عملی توحید قائم کرنے اور سچا اور زندہ ایمان اور تقویٰ اور طہارت کی جڑ مضبوط کرنے کے لئے اندرونی اور بیرونی یا یوں کہو کہ آفاقی اور انفسی دو کام کئے۔ اندرونی کام یہ کیا کہ غیر قوموں کے حملوں اور اسلام پر ہزاروں قسم کے اعتراضات نے مسلمانوں کے دل میں بڑا تردد و تذبذب اور اضطراب ڈال دیا تھا۔ اور اُن کے زندہ ایمان میں بالکل ضعف آگیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جب ایک مذہب پر سخت حملے کئے جائیں جس جس شخص کو اُن کا جواب نہ سوجھے گا ضرور ہے کہ اُسکی ایمانی قوت میں ضعف پیدا ہو۔ اور جب متواتر اعتراضات کی

جو ا بات نہ سمجھ سکیں اُس کا لازمہ یہی ہو گا کہ یا تو مذہب سے یک لخت دست بردار ہو جانا یا صرف برائے نام اُس مذہب میں داخل رہنا۔ ایسی ضعیف الایمانی کی حالت میں جبکہ اسلام پر پورا اعتقاد ہی نہیں۔ سچے تقوی اور طہارت کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ غرضکہ اسلام پر متواتر حملات کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کے ایمان میں ضعف آنا ایک ضروری امر تھا۔ سو آیا۔

سب سے پہلا حملہ قرآن اور رسول پر نصارا نے کیا۔ اس حملہ کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حجرہ نشین درویشوں اور ملّاؤں اور چار دیواریوں میں بیٹھنے والے لوگوں کے سوا اور کوئی شخص نہیں جو اُن کے حملات سے ناواقف ہو۔ نصارا نے چھوٹے چھوٹے رسالے ٹریکٹ سیریز اسلام کے رد میں شائع کئے لاکھوں کروڑوں بڑی بڑی کتابیں تردید اسلام میں شائع کیں چونکہ ان لوگوں کے پاس روپیہ بہت ہے اور روپیہ بھی مفت کا اور چندوں کا۔ اس لئے اُن سے جہاں تک ممکن ہے اور ہوا۔ اسلام کی تخریب۔ تکذیب اور استیصال وغیرہ میں کوئی فرق نہ کیا۔ ان کتابوں کی وجہ سے اسلام میں ایک خطرناک ضعف پیدا ہوگیا۔ بے انتہا لوگ اسلام سے نکل کر دائرہ عیسائیت میں داخل ہو گئے اور ہزاروں ایسے ہیں کہ ہیں تو مسلمان پر اپنی گود میں مردہ ایمان اُٹھائے پھرتے ہیں۔

اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ بہت کچھ ظاہری لالچ بھی اس امر کا باعث ہوا مگر میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ دلوں پر ان رسالوں کا اثر نہ ہوا ہو۔ ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کی فہرست طلبار .... مڈل دیکھکر مڈل سکولوں کے مسلمان لڑکوں کے نام ایک نہایت خوشنما کتاب عیسائیوں کی طرف سے بھیجی گئی چونکہ یہ کتاب نہایت خوشخط خوبصورت چھپی ہوئی تھی اور ایک ناول کے بھیس میں تھی اور اُس کا نام بھی اثمار شیریں ❁ (میٹھے پھل) تھا۔ اس لئے لڑکوں کو ضرور

❁ یہ کتاب عربی ناول الباکورۃ الشہیۃ کا ترجمہ ہے جسے عادۃً نصرانیوں نے ایک قرنی قصہ کے پیرایہ میں اس ڈھب سے لکھا ہے کہ مسلمان مناظر کے دلائل کمزور رکھے ہیں

بھائی ہوگی۔ بچوں کی طبیعت بالطبع ناولوں کو پسند کرتی ہے۔ اسپر عبارت سلیس۔ رسیلی۔ دلچسپ۔ نہایت خوبصورت۔ خوشنما ناول۔ خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہے اس کتاب کے اثر سے جو طلبا ر کے دلوں پر پہونچا ہوگا۔ چشم پوشی نہیں کی جاسکتی ممکن ہے کہ اسکو کوئی دیکھکر عیسائی نہ ہوا ہو۔ مگر دلوں پر اثر اور دھکڑ پکڑ ضرور ہوئی ہوگی۔ جو لوگ اسلام کی سچی خوبیوں اور اصلی محاسن سے آگاہ نہیں۔ ایسی کتابوں کے مطالعہ سے اُن کے دلوں پر ایک اثر بد پہونچنا جو کم از کم اسلام کی سچی روح کے برخلاف ہو۔ ایک ضروری امر ہے۔
پھر ابھی دنوں میں ایک اور کتاب شائع کی گئی اس کتاب کا

اور بہت ہی بودے اور نکمے قابل شرم اور اصول اسلام اور اصول عزت کے خلاف باتیں ہیں جو اُس کے مُنہ میں دی ہیں اور عجیب دجل اور مکاری کی ہے جاسی ھٰذ ق بر تاحد انر س قوم کا خاصہ ہے اور جسکا عملی اصول ہے کہ دشمن پر حملہ کرنے یا اُسے قابو میں لانے کے لئے کسی فریب کسی گندے سے گندے جھوٹھ اور بے حیائی کی تمام راہوں پر چلنے سے کوتاہی نہیں کرتے۔ چونکہ ان کا سب سے پہلا ناول ایک عاجز النسان کو خدا بنانا اپنے لوازم میں پورا نہیں اُترا اور اُس احمقانہ ناول کا بانی جا بجا غلطی کھاگیا ہے اس لئے ضروری تھا کہ ان کی ہر ایک کارروائی ویسی ہی کج اور غیر موزوں ہو۔ عقلمندوں کے نزدیک اس **مکّار نصرانی** کی کارروائی نہایت قابل نفرت ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک نادان اور نہایت ہی نادان اور ناواقف کو مُناظِر بنایا ہے حال آنکہ باشعور صادق کا یہ فرض ہے کہ دشمن کے اعتراضات کو خوب مضبوط کرکے دکھلائے اور پھر ویسی ہی قوت سے اُس کا استیصال کرے۔ یوں تو سب مذاہب کے پیرو ایک افسانہ بناکر خوبصورت دشمن کو بدشکل دکھا سکتے ہیں۔

نام امہات المؤمنین ہے یہ کتاب ایک مرتد عیسائی احمد شاہ نامی نے تصنیف کی ہے۔ یہ ایسی گندی ناشائستہ کتاب ہے کہ اسکی بدبو اُن لوگوں کے ناکوں تک بھی پہنچ گئی جنکی قوت شامہ دینی غفلتوں اور ہوائے نفسانی کے مشغلوں میں پھنسکر مرچکی تھی اس کتاب سے اس لئے شور نہیں مچا کہ اُس میں کوئی قوت دلائل ہے۔ اس کے بہت ہی ناپاک اور ناشائستہ طریق تحریر نے طبائع میں ہیجان پیدا کیا۔ اُس کے مصنف نے اُس مقدس رسول اور آپ کی پاک بیبیوں پر ایسے گندے اعتراض کئے ہیں کہ کوئی شخص بازاری آدمیوں اور بازاری کنچنیوں اور خانگیوں کی نسبت بھی ایسے اعتراض نہیں کرتا۔ اُس نے سید المعصومین علیہ الف الف صلوٰۃ وسلام من رب العالمین کو صریح الفاظ میں زانی اور حرامکار کہکر پکارا ہے فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔

کچھ عرصہ گذرا ہے کہ اس سے پہلے زمانہ میں سر ولیم میور نام ایک انگریز نے ایک کتاب لائف آف محمد چار جلدوں میں انگریزی زبان میں لکھی جو محض اسی منشا اور اسی خبث سے لکھی گئی .... کہ پادریوں کو اسلام کی تردید میں مدملے اور وہ کھلے طور پر اسلام اور بانی اسلام کی زندگی پر اعتراض کر سکیں۔ پھر عماد الدین نے اپنی کتاب ہدایت المسلمین، تاریخ محمدی وغیرہ میں ایسا گند بکا۔ ایسے کپکپا دینے والے الفاظ لکھے کہ تکاد السموٰات یتفطرن منه وتنشق الارض قریب ہے کہ اُن الفاظ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین چور چور ہو جائے۔ پھر ٹھاکر داس نے اپنی کتابوں میں۔ صفدر علی مسٹر حسام الدین۔ مسٹر اکبر مسیح نے اپنی تالیفات میں وہ طوفان مچایا کہ الامان۔ لدھیانہ کے نور افشاں اخبار نے تو اس بات کا ٹھیکہ ہی لے رکھا ہے کہ خواہ مخواہ اُس سید المعصومین کو گالیاں نکالے اور گند بکا کرے۔ ہزاروں رسالے ہزاروں کتابیں آئے دن رد اسلام میں ان لوگوں کیطرف سے شائع کی جاتی ہیں اور ایسا فتنہ اور ایسا زلزلہ برپا ہو رہا ہے کہ بیان کرتے کرتے روح کو بھاری صدمہ پہونچتا ہے۔

تو غرض یہ ہے کہ یہ تمام کتابیں اور رسالے مسلمانوں میں شائع کئے گئے

کیونکہ انہی کا دین و ایمان کھونے کے لئے بنائے گئے تھے۔ اب آپ غور کر سکتے ہیں کہ ان رسالوں کتابوں نے اہل اسلام کے دلوں پر کچھ اثر نہ کیا ہوگا۔ ضرور کیا ہوگا اعتراضات دیکھ دیکھ کر روحوں پر کثافت اور کدورت کا آنا ایک لازمی اور یقینی امر ہے۔ عیسائیوں کی جو غرض مطلوب تھی ان کو حاصل ہو گئی۔

حال میں المویّد ایک مصری اخبار نے ایک پادری کی تجویز کسی عیسائی اخبار سے نقل کی ہے کہ کیونکر مسلمانوں کو اسلام سے بآسانی گمراہ کیا جا سکتا ہے۔

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان سب کتابوں کے ردّ موجود ہیں جو مسلمانوں نے لکھے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ شاید کوئی کتاب نہیں جس کا رد نہ لکھا گیا ہو۔ مگر درحقیقت یہ دھوکے کی بات ہے۔ وقت وقت کی باتیں ہیں خداتعالے ان برگزیدوں کو جزائے خیر دے جنھوں نے اپنی بساط کے موافق اس سیاہ کفر کا مقابلہ کیا اور اس وقت کے لوگوں کو یسوع کی بھیڑوں یا بھیڑیوں کے منہ سے چھڑایا۔ مگر اب طرز کلام بدل گیا ہے اور درحقیقت وہی طرز ہے جسے قرآن حکیم نے سب سے پہلے اختیار فرمایا اور اسی کو اس زمانہ کے مجدد نے پھر زندہ اور تازہ کیا۔ پہلے وقتوں میں الزامی جواب بڑا کام دیتے تھے مگر حقیقی اور کارگر حربہ وہی ہے جو قرآن میں ہو کر ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہاتھ میں لیا ہے۔ حضرت مجدد نے تردید نصاریٰ کے لئے اصول بحث ایسے قائم کئے ہیں کہ قیامت تک انکی تردید اس قوم سے نہ ہو سکے گی۔ ایک یہ اصل کہ ہر ایک کتاب آسمانی کا یہ فرض ہے کہ دعویٰ بھی آپ کرے اور اس کی دلیل بھی آپ دے نہ کہ دلائل میں وہ کتاب خود گونگی ہو اور اس کے وکیل اپنی طرف سے باتیں بنائیں۔ گویا اسکی جگہ اپنی طرف سے ایک نئی کتاب پیش کریں۔ اس اصول نے مذہب صلیب کو سخت صدمہ پہونچایا ہے حقیقت میں انجیل کے پڑھنے سے یہ بات کبھی ثابت نہیں ہو سکتی کہ مسیح نے کہیں یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں خدا ہوں۔ اور پھر میری خدائی کے لئے یہ دلیل ہے۔ میں نے یہ آسمان پیدا کر لیا۔ یا یہ زمین پیدا کر لی۔ یا فلاں چیز کا میں خالق ہوں اور عام انسانوں سے مجھ میں یہ ممیز صفات ہیں۔ تو اب جبکہ نہ انجیل میں کبھی مسیح نے ایسا دعویٰ کیا ہے اور نہ اس دعو

پر انجیل میں کوئی دلیل ملتی ہے مسیح کی الوہیت تو قطعاً باطل ہوگئی پادریوں نے اس کھوٹ کھلے گھن کھائے ہوئے شہتیر کے سہارے کے لئے بہت مواد ادھر ادھر سے جمع کئے ہیں مگر کیا خوب ہوتا جو کتاب بھی چھوٹے مُنہ سے کبھی کچھ بولتی ۔ مگر نہیں یہ عظمت بالا استقلال و بالا امتیاز قرآن ہی کے حصہ میں آنے والی تھی کہ اُس کے ہر دعوے کے ساتھ دلیل بھی ہو ۔ یہ دعوی اس قسم کا ہے کہ جب حضرت مجدد نے مباحثہ امرت سر میں آتھم کے مقابلہ میں اس اصل کو پیش کیا تو اس کی تردید اٰلشیٰ ہرگز نہ ہوسکی نہ اس اصل کے مطابق وہ انجیل سے مسیح کی خدائی ثابت کرسکے صرف مہمل دعاوی اور قیاسی حواشی بیان کرتے رہے جنکا اُن کی اصل کتاب انجیل میں نام و نشان تک نہیں ملتا ۔ عقلمند اور علم کلام کے دقائق و معارف سے واقف اُسی وقت سمجھ گئے کہ مسیح موعود نے اپنا کام پورا کر لیا اور حق نے باطل کا سر کچلا اور لیظھرہ علی الدین کلہ کا منشا پورا ہوگیا ۔ اگرچہ باطل نے کمال شوخی اور خیرہ سری سے کئی روز تک فضول کلامی کی مگر اس کے پاؤں اس حملہ نے نکال دئے تھے ۔ لیکن سب سے بڑی بات جو حضرت موعود سے مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ آپ رات دن تحریر سے تقریر سے عقد ہمت سے دعا سے مال سے جان سے غرض اپنی ساری طاقتوں سے اسی کام میں لگے رہتے ہیں نہ کبھی تھکتے ہیں نہ اُکتاتے ہیں ۔ اور یہی چیز ہے جس سے کامیابی کی خوشبو آتی ہے ۔ اور یہ اصرار و استبداد اس کام پر اور انقطاع تام اسی کی طرف بتاتا ہے کہ آپ اس کام کے لئے خدا کی طرف سے لگائے گئے ہیں اور اس لئے ضرور کامیاب ہوں گے اور در حقیقت ایک مجدد یا مامور من اللہ کا یہ کام نہیں ہوتا کہ ایک کتاب کی تردید بنا کر اُسی پر کفایت کرکے بیٹھ رہے ۔ بلکہ اُسکا بھاری کام یہ ہوتا ہے کہ بے انتہا کوشش اور انتھک محنت سے برابر اپنے فرض منصبی میں لگا رہے اور اُس کے استقلال کے پاؤں میں کبھی اور کسی طرح جنبش نہ آئے ۔ کوئی ترغیب یا ترہیب اُسکو فرض منصبی سے روک نہ سکے ۔ بیشک اور لوگ بھی رد نصارا میں مصروف ہوئے مگر جس استقلال و استقامت کے ساتھ حضرت مرزا صاحب

اس کام میں مصروف ہیں اور جس التزام و اصول کے ساتھ وہ کسر صلیب کر رہے ہیں وہ سب سے جدا اور بالکل جدید اصول پر مبنی اور ممتاز طریقہ ہے

ہاں ایک اور کاری حربہ ہے جسے حضرت مجدد نے ابطال نصاریٰ اور کسر صلیب کے لئے وضع کیا ہے جس زد سے مذہب کفارہ بالکل جڑ بنیاد ہی سے اکھڑ جاتا ہے۔ اور جس سے سچ مچ عیسائیوں کو ایک بڑا بھاری صدمہ پہونچا ہے اور جو اُن کو قیامت تک سر اُٹھانے نہیں دے گا وہ مسیح کی وفات و موت کے متعلق ہے - اس دعوے کو حضرت مجدد نے بڑے دلائل و براہین کے ساتھ قرآن شریف سے اور انجیل سے ثابت کیا ہے اور دلائل ... کی قوت سے صلیب اور صلیبی مذہب کی جڑ اُکھاڑ دی ہے - پہلے متکلمین کے کلام میں یہ بڑا بھاری نقص تھا کہ اس راہ سے اُنھوں نے نصاریٰ پر حملہ نہیں کیا اور دوسرے حربوں سے اس زہریلے سانپ کا سر کچلا جانا دشوار تھا۔ اس باطل کی شوخی اُن کے مقابل میں کم نہ ہوئی اُس فیج اعوج میں حضرت عیسیٰ ایک ایسی مخلوق مانے گئے تھے جو دیگر انبیاء سے ہر رنگ میں نرالے تھے - وہ بیہودہ مسلّمات و مفروضات اور توہمات پر جمے رہے اور خدا کے صریح کلام میں غور نہ کی کہ کیوں بالخصوص کتاب حکیم نے حضرت عیسیٰ کی توفی کی بحث چھیڑی ہے اور اس توفی عیسیٰ کی توضیح و تائید کے لئے اسی لفظ توفی کو متعدد مقامات میں کتاب کے ذکر کیا ہے اور انہیں موت کے ایک ہی معنے کر کے حضرت عیسیٰ کی موت پر ابدی مہر لگا دی ہے -غرض اس باطل کے استیصال کے طریقوں میں اسی طریق کی کمی اور بڑی بھاری کمی تھی جسے حضرت مامور نے پورا کیا اور اسے ایسا پکڑا ہے کہ دس سال ہو گئے اب تک چھوٹنے میں نہیں آتے - اور حقیقت میں یہ بہت کاری ہتھیار ہے اس لئے کہ اگر مسیح فوت ہو گئے ہیں اور بنی نوع کی طرح زمین میں مدفون ہیں تو الوہیت سراسر باطل ہے - ایک پادری نے بھی اعتراف کیا کہ اگر مسیح مر گیا ہی

تو ہمارا مذہب بھی ساتھ ہی مرگیا ہے۔ قربان جایئے کیا ایک ہی کام کی بات پکڑ لی ہے اور یہ توفیق بجز خدا کی ہدایت کے کیونکر ہو سکتی ہے۔
بعض لوگ اس دھوکے میں ہیں کہ اس سے پیشتر سرسیّد نے بھی وفات مسیح کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی اور مضمون لکھا۔ مگر واضح ہو کہ سرسیّد سے پہلے بہت سے حکمائے یورپ بھی یہی رائے ظاہر کر چکے ہیں۔ فضلائے یورپ کی کتابیں اسبارہ میں موجود ہیں اور ہر ایک آزاد خیال اور نیچر میں غور کرنے والا بلالحاظ کسی کتاب کے گواہی کے بالبداہت اُسکی تجہیل و تحقیق پر آمادہ ہو جاتا ہے جو کسی شخص کی ایسی انوکھی زندگی کا قائل ہو۔ جناب سید بھی طبعاً اُس بات سے گھبرا جاتے ہیں جس سے یورپ کے فلسفی گھبراتے اور بیزار ہوتے ہیں۔ ضرور تھا کہ عادتاً سید صاحب بھی اسپر سرسری کچھ نہ کچھ کہتے۔ اس میں آپ منفرد نہیں ہیں۔ اور نہ مجھے یہ ثابت کرنا ہے اور نہ ضروری ہے کہ حضرت اقدس نفس بحث موت مسیح میں منفرد ہیں۔ اور نہ مجدد کے یہ معنے ہیں۔ اصل اسکی تو تمام تفسیروں میں موجود ہے بحث تو طرز تحریر و استدلال و طرز تبلیغ میں ہے۔ الغرض سرسید نے بھی توفی کے متعلق بحث کی اور حضرت مرزا صاحب نے بھی۔ مگر اصل اصول کی طرف خیال کیا جائے تو سرسید کی بحث اور مرزا صاحب کی بحث میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ سرسید کی بحث صرف اُسی حد تک ہے کہ جسطرح ایک حکیم فلسفی مزاج بحث کرتا ہے اور عادتاً بلا جوش و اشتغال و جذبہ مذہبی کے قانون قدرت کے لحاظ سے ایک مسلّم شدہ بات کو بیان کر دیتا ہے۔ اس سے زیادہ بحث نہیں کی۔ چونکہ سرسید اُس قانون قدرت کے اصول ✝ کو اپنے نزدیک مانے ہوئے تھے جو اُن کے نزدیک مشاہد

✝ حاشیہ قانون قدرت کا لفظ سید صاحب نے بھی استعمال کیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جابجا اپنی کتابوں میں اسکا ذکر کیا ہے بعض نادانوں نے جو تدبر اور تعمق کی عادت نہیں رکھتے جہالت سے

معائن تھا - اس لیۓ انھوں نے اضطراراً وفات مسیح کے متعلق بحث کی نہ بحیثیت قرآن شریف کے اور نہ اس نیت سے کہ اس اصول کی بنا پر مسیح کی الوہیت کے کپکپا دینے والے مسئلہ کی بیخکنی کی جاۓ اور پھر کفارہ و صلیب کا قلع و قمع کیا جاۓ اور سچے تقوی و طہارت کو دنیا میں قائم کیا جاۓ پھر سید کی وہ کتاب جسمیں انھوں نے اس مسئلہ کے متعلق گفتگو کی ایسی شائع و ذائع بھی نہیں ہوئی - خود ان کا اقرار موجود ہے کہ ہماری کتابیں سو آدمیوں میں بھی شائع نہیں ہوئیں اور سو آدمیوں کے دائرہ سے بھی باہر نہیں گئیں - اصل یہ ہے کہ سر سید اور آپ کے ہمخیالوں کا یہ شائع شدہ اصول ہے کہ مذہبی جھگڑوں میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں اس سے قوموں میں بغض کینے اور فساد پیدا ہوتے ہیں چونکہ سر سید میں الٰہی جوش نہ تھا اور نہ مامور من اللہ تھے اور صرف معمولی تحریکات کے نیچے آکر مذہب کے متعلق بحث کیا کرتے تھے اس لیۓ فطرتاً ان کو ایسی ہمدردی اور ایسا جوش اسلام کے ساتھ نہیں ہو سکتا تھا - جو ایک مامور من اللہ اور سچے

یہ گمان کیا ہے کہ حضرت مجدد نے یہ لفظ سید صاحب سے لیا ہے - اگرچہ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے کثرت سے یہ لفظ اپنی کتابوں میں برتا ہے مگر زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہندی دنیا میں اسے سید صاحب ہی لاۓ ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے نافہمی سے غلطی کھائی ہے - حضرت امام زمان مجدد صدی چہار دہم کا قانون قدرت کتاب اللہ الحکیم ہے - ان کا یہ دعوے اور پختہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ قرآن میں آگیا ہے اسکے خلاف سارے جہان کا فلسفہ باطل ہے - مثلاً اگر قرآن مسیح کی حیات کا ذکر کرتا تو سارے زمانہ کے استدلالوں اور استقراؤں کو اس کے مقابل باطل مانتے - پس اس میں نکتۂ معرفت اتنا ہی ہے کہ آپ کتاب اللہ کو بالبداہت ہر شے پر مقدم رکھتے ہیں اور قانون قدرت اس کے قواعد منضبطۂ ثابتہ کا نام رکھتے ہیں - اور سید صاحب کا یہ اصول نہ تھا اگرچہ

مجدد کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ مسیح کی وفات کا مسئلہ ایک چھوٹا سا مسئلہ نہیں تھا جسکو معمولی طور پر بیان کر کے چشم پوشی کی جاتی جس نے غور نہیں کی وہ اسے معمولی سمجھتا ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ صلیب کی ساری بنیاد یہی مسئلہ ہے حضرت مرزا صاحب نے قطعی براہین اور حتمی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کر کے کہ مسیح بھی اور رسولوں کی طرح ایک بشر رسول تھا اور اسی طرح مر گیا جسطرح اور رسول اور انبیاء مر گئے صلیبی مذہب کی ٹانگ توڑ دی۔ اور پھر کیسی توڑی کہ اس مسئلہ کے متعلق کتابوں پر کتابیں رسالوں پر رسالے لکھتے چلے گئے اور لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اور انکو کوئی خوف اور کوئی دھمکی امر حق کے بیان کرنے سے روک نہیں سکتی ساری دنیا ان کے پیچھے پڑ گئی لعنت ملامت کفر کے فتوے۔ قتل کی دھمکیاں۔ اقدام قتل کے مقدمے۔ جان و مال اور عزت پر حملے یہ سب کچھ کیا گیا۔ مگر وہ مرد میدان اور شیر نبرد اپنے کام سے

وہ واقعی قرآن کو اپنی استطاعت کے موافق سچا مانتے تھے مگر اُن کی بحث کا مبلغ بالبداہت یورپ کے فلسفہ کا مسلم قانون قدرت تھا یہی وجہ ہے کہ مسیح کی توفی پر انھوں نے اس راہ سے قدم نہیں مارا جو عامہ اہل اسلام پر حجت قائم ہو جاتی اور اس سے دین کی نصرت و تائید ہوتی اور اہل اسلام اس خطرناک غلطی پر متنبہ ہوتے کہ وہ مسیح کی زندگی مانکر باطل کو کسقدر مدد دیتے اور الحق کی کسقدر کسرشان کرتے ہیں اور باطل انکی پر زور تحریر سے چلا اٹھتا کہ میرا کام تمام ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سید صاحب ایک دنیوی آدمی تھے اُن کے مد نظر اور بات تھی۔ انکی فطرت میں ایسا جوش تردید باطل کا پیدا کیونکر ہوتا جو اُن کی دنیوی وجاہت کی ترقی کا سدراہ ہوتا۔ یہ اصرار تو کام اُن لوگوں کا ہے جو موت سے پہلے مرجاتے

ذرا نہیں ہٹا اور نہ دھیما ہوا جو اُس کے مامور من اللہ اور من جانب اللہ ہونے کی ایک صریح دلیل ہے الاستقامت فوق الکرامت۔

سرسید میں ایک حد تک اہل اسلام کی ہمدردی کا جوش تو تھا۔ مگر وہ حقانی استقلال اور الٰہی جوش جو ماموران الٰہی کا خاصہ ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے خدا کے مامور ناکامی اور یاس کا لفظ تک زبان پر لانا نہیں جانتے وہ ہرگز نہ تھا۔ دیکھو ایجوکیشنل کانفرس کی بنیاد سرسید نے رکھی۔ اس بنا پر کہ مسلمانوں کے حق میں اس سے زیادہ اور کوئی مفید تدبیر نہیں کہ انھیں تعلیم اعلیٰ کی طرف مائل کیا جائے اور اس مقصد کے سرانجام کے لئے انھوں نے اپنی تمام عقل اور فراست کا نتیجہ یہ کانفرس تجویز کی چند سال تک اسکو چلا کر آخر ۱۸۹۳ء میں بڑی یاس اور حسرت کے ساتھ اُس کا جنازہ پڑھدیا۔ اور اپنے زعم میں فیصلہ کردیا کہ اس قوم کی ترقی کے لئے ایک ہی راہ تھی سو اُس میں بھی ناکامی رہی اب یہ قوم زندہ ہو نہیں سکتی۔ افسوس اگر سید صاحب وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ کو اُس رنگ میں سمجھتے جو منشا باری تعالیٰ کا ہے تو قوم اسلام کی ترقی سے ہرگز مایوس نہ ہوتے مگر بنیاد فاسد بر فاسد یورپ کی تقلید کو یا اس مغالطہ کو ذرا صاف کردو اس فضول ایجوکیشن کو ہی یگانہ ذریعہ اسلام و قوم اسلام کی زندگی کا سمجھا تو یہ ٹھوکر بھی لگی۔ دنیا کے ایر پھیر کو کون جانتا ہے

اور نام و ننگ سے ہاتھ اُٹھا لیتے اور دنیوی حکومتوں کی تعظیم و تکریم کے خیال اور خطابات کے لحاظ سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ اور انبیاء کیطرح سربکف پھرتے ہیں اور درحقیقت بغیر اس ڈھنگ اور ڈھب کے کوئی باطل کب دفع ہوا ہے اور حق نے کہاں اُسکی جگہ لی ہے۔ یہ فرق ہے کاش کوئی غور کرے اور راستباز کی قدر و منزلت پہچانے۔ منہ

زندہ خدا اور زندہ مذہب اور اسکی زندہ قوم کسی فانی اور متبدل اور مردے ستون پر قائم اور موقوف نہیں کہ اُسے اندیشۂ زوال ہو۔ ترقی و تنزل اضافی اور درمیانی امور ہیں اختلاف لیل و نہار سنتہ اللہ اور وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ حق ہے۔ یہ بات یونہی سرسری نظر سے دیکھے جانے اور استخفاف سے ٹال دینے کے قابل نہیں۔ اس میں بھی وہی رمز مخفی ہے کہ سید صاحب میں وہ فطری اور جبلی اور قدرتی فاسلکی سبل ربک ذللا والا جوش نہ تھا اور نہ کبھی سنا گیا ہے کہ خدا کا سچا مامور حقیقی مجدد باوجود قوم کی بے التفاتی اور کفران نعمت کے اپنے امر مفوض سے دست کش ہو جائے۔ یعقوب اپنے بیٹوں کو حکم دیتا ہے لا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون یاس اور قنوط محجوبوں کی سرسری اور سطحی کوششوں کا آخری نتیجہ ہوا کرتا ہے اسلام اور مسلمانان زندہ اسلام اور زندہ قوم مسلمانان اور اُنکی زندہ کتاب اور اُنکا زندہ غیر فانی بیت الحرام اور زندہ نمونہ مدینہ طیبہ میں مرقد مبارک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ پھر جو شخص اتنی زندگیوں کے ہوتے ہوئے اس زندہ شے پر جنازہ پڑھدے اُسکی بصارت یا بصیرت کی نسبت ہم کیا کہیں۔ اصل یہ ہے کہ مجاہدات سے کبھی نہ اُکتانا اور یاس کے کسی محاورہ کو زبان پر نہ لانا یہ مامورانِ الٰہی ہی کا خاصہ ہے جن کے کان سُننے کے ہوں سُنے اور جسمیں دل ہو وہ سمجھے۔

اس کے بر خلاف حضرت مرزا صاحب کے استقلال۔ استقامت اور عزم کا اور ہی رنگ ہے۔ اُن کا حقانی جوش۔ سچا اشتغال۔ فوق العادۃ استقلال۔ اُنکو یاس اور قنوط کا لفظ زبان پر لانے نہیں دیتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جس بات کے لئے وہ مامور اور حکم ہو کر آئے ہیں۔ اُس فرض کے پورا کرنے میں کوئی مزاحمت و مخالفت اُن کو دھیما نہیں کر سکتی نا امیدی اور یاس کا لفظ وہ جانتے ہی نہیں۔ وہ اپنے دھُن کے ایسے پکے ہیں کہ جس بات کے پیچھے پڑے۔ جس بات کا بیڑا اُٹھایا اُس کے اظہار و تکمیل میں اُنھیں کسی لائم کی ملامت کسی لاعن کی لعنت

کا ہرگز خوف نہیں نہ کسی قسم کی نوامیدی اُن کے پاس پھٹک سکتی ہے۔ مسئلہ توفی ہی کی طرف غور کرو۔ اس مسئلہ کے اظہار میں اپنے بیگانے چھوٹے بڑے اُن کے دشمن ہو گئے مگر اُنھوں نے کسقدر استقلال دکھایا اور کیسی استقامت ظاہر کی کہ نہیں ٹلے۔ نہیں جھجکے۔ نہیں دبیسے ہوئے۔ جب تک عیسائیوں کے خدا (یسوع مسیح) کو موت کا مزہ چکھا کر اس دنیائے فانی سے رخصت نہیں کر دیا۔

حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کی انجیل سے قرآن شریف خدا کے کلام سے بڑے بیّن دلائل کے ساتھ یہ امر یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح بالکل اور نبیوں کی ہم رنگ تھے اور دیگر نبیوں کیطرح وفات پا گئے بجسد عنصری آسمان پر اُٹھائے نہیں گئے نہ کسی غیور مسلمان کا دل اس امر کو باور کر سکتا ہے اور ایک لحظہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے کہ جو بات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روا نہ ہو وہ ایک اسرائیلی نبی کے لئے روا ہو جائے ایک مسلمان آدمی کا دل ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس بات کو کسطرح گوارا کر سکتا ہے کہ تمام نبیوں کا سرتاج۔ سارے رسولوں کا فخر رحمۃ عالمین سید المرسلین خاتم النبین علیہ الصلوۃ و السلام من رب العلمین تو قبر کے اندر مدفون ہو اور ایک اسرائیلی نبی جو محض شریعت موسوی کا مجدد اور متبع تھا اور جس کے احکام مختص المقام مختص القوم تھے وہ چڑھتے چڑھتے آسمان پر چڑھ جائے اور رب العلمین کے عرش پر متمکن ہو کر خدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھے ایک رسول اور رسولوں † کے سردار حضرت محمد رسول اللہ

---

† حضرت مسیح کو جب قوم یہود نے صلیب دینا چاہا اور خدا تعالیٰ نے انکو بچایا تو قرآن میں اس موقع پر یہ الفاظ ہیں ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اور یہود نے بہت سے منصوبے باندھے اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ کی تدبیر سب پر غالب آگئی اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب یہ موقعہ آیا اور کفار مکہ نے آنحضرت کے قتل کا عزم مصمم کیا اور اللہ تعالے نے آپ کو بچا لیا تو اُس موقع پر بھی یہی الفاظ ہیں واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او

صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جب کفار قتل یا قید یا اخراج کا ارادہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ اُسکو کھڑکی کی راہ سے نکال لے جائے اور وہ غار ثور میں جا چھپے۔ اور راستہ کاٹ کاٹ کر خائفاً یترقب مدینہ میں پہونچے۔ اور دوسرے اسرائیلی نبی مسیح پر جب اُسی قسم کا نازک موقع آئے تو اُسکو خداوند تعالیٰ آسمان پر چڑھالیجائے عرش پر جا بٹھائے۔ صاحبان! اگر آپ میں سے کوئی شخص اس امر کو روا رکھ سکتا ہے تو رکھے اور اُسکو اختیار ہے۔ لیکن میری روح تو کانپ اُٹھتی ہے جب اپنے رسول کی نسبت یہ تجویز کروں کہ اُسکو خداوند تعالیٰ نے قبر میں مدفون کرایا۔ اور اسرائیلی نبی کو آسمان پر چڑھایا۔ خاتم النبیین کو اللہ تعالیٰ نے ایک تاریک اور پُر خوف غار ثور میں جگہ دی۔ اور مسیح کی ایسی عزت کی کہ اُسے آسمان پر چڑھا کر اپنے دہنے ہاتھ بٹھایا۔ حاشا وکلا۔ کہ میں کسی اسرائیلی نبی کو اپنے نبی پر کسی امر۔ کسی فضیلت میں ترجیح دوں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے صفات کا کامل مظہر ٹھیرایا ہے۔ اور جہاں تک میرا اعتقاد ہے اللہ تعالیٰ

یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین٥

اور جب کافر تیرے قید یا قتل یا اخراج وطن کی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور تیرے خلاف سخت منصوبے باندھ رہے تھے اور اللہ بھی ایک تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی تدبیر سب پر غالب آگئی۔

اب دونو ہم جنس واقعوں میں سے ایک کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص اللہ کو اسقدر پیارا تھا کہ اُسے آسمان پر چڑھالیا۔ اور دا ہنے ہاتھ بٹھایا اور دوسرے کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اُسکو نہایت تکلیف اور اذیت سے غار ثور میں رکھا۔ اور بڑی مصیبت سے مدینہ میں پہنچایا فتفکروا یا اولی الالباب۔ منہ

نے اپنے صفات کا کامل مظہر ٹھیرایا ہے اور جہاں تک میرا اعتقاد ہے اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کا کوئی ایسا تقاضا نہیں جس کا مظہر اُس نے اپنے پاک اور مقدس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ بنایا ہو تو کیسے افسوس کی بات ہے۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ ایسے کامل و مکمل ہادی خدا کی صفات کاملہ کے مظہر اتم کی نسبت کوئی ایسی بات روا رکھی جائے۔ جسمیں اُن کی کسر شان ہو یا جسمیں کسی اسرائیلی نبی کو اُن پر ترجیح ہو۔ اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کی زندگی و موت کو جو خاتم النبیین ہیں تمام نبیوں کی زندگی و موت کے لئے نمونہ ٹھہرایا ہے پس کبھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی ایسی فضیلت کسی دوسرے نبی میں پائی جائے جس سے حضرت رسول کریم ؐ کی ذات والا صفات محروم رہ جائے۔ اگر قبر میں دفن ہونے سے بچا رہنا یا زندہ بجسد عنصری آسمان پر جا بیٹھنا کسی نبی کے لئے روا ہوتا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کے لئے ہوتا نہ حضرت مسیح کے لئے۔ حضرت مسیح کو کیا خصوصیت ہے کہ وہ حضرت خاتم النبیین ؐ سے اس فضیلت میں بڑھ جائے۔ اور اُس نے اپنی پہلی زندگی میں کیا کرکے دکھایا + جو اُسکو اتنے عرصہ تک کے لئے آسمان پر زندہ رہنے

+ حاشیہ انجیل مروجہ محرفہ سے صاف ظاہر ہے کہ اپنی سہ سالہ زندگی میں حضرت مسیح نے کوئی نمایاں ترقی اور معتد بہ اصلاح کرکے نہیں دکھائی یہود نے سخت تکذیب کی اور صلیب پر چڑھانے کو تیار ہوئے۔ غیر قومیں ایمان نہ لائیں چند ایک حواری جو مصاحب خاص تھے ان کا حال ناگفتہ بہ ہے ساری عمر ضعیف الایمان اور بے اعتقاد رہے اور صلیب کے موقعہ پر سب کے سب فرنٹ ہوگئے پطرس نے جھوٹی قسم کھائی اور مسیح پر لعنت کی یہودا نے تیس روپے رشوت کے لے کر اپنے منجی مسیح کو گرفتار کرایا۔ چنانچہ ولیم میور صاحب اپنی اردو تواریخ کلیسیا کے صفحہ (۸) میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک

دیا جاتا۔ تا پھر آسمان سے اُتر کر ویسی ہی عملی کارروائی کر کے دکھاتا پھر یہ بھی غور کرو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے لئے اور اُس محمد احمد اور محمود کے مذہب کی خاطر ایک اسرائیلی نبی کو کیا غیرت ہو سکتی ہے اور اُسے غیرت کی کیا ضرورۃ ہے ۔ احمد کے دین کی غیرت تو کسی ایسے شخص کو ہو سکتی ہے جو احمدؐ ہی کے دین پہ احمدی دین کا غمخوار اور ہمدرد اور **احمدی کا غلام** ہو۔

سچ پوچھو تو حضرت مسیح کا بجسد عنصری زندہ ماننا عیسائیوں کے عقیدہ کی بہتری تائید ہے اور عیسائیوں کے ہاتھ میں یہ کتنا بڑا حربہ ہے کہ مسیح کو حی قیوم خدا کی طرح حی قیوم بنایا گیا اور خداوند کے عرش پر بٹھایا گیا حقیقت میں یہ عقیدہ خلقت کے تباہ اور ہلاک کرنے کے لئے عیسائیوں کے پاس ایک بڑا زبردست جال ہے

اُس کی تعلیم کی حقیقت کو نہ سمجھا تھا اور اُن کا سُست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی اُمید میں لگا ہوا تھا۔ اُس کے گرفتار ہوتے ہی وہ سب بھاگ گئے ۔ اور پطرس نے جو عدالت میں گیا وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا انتہے

گارڈ فری ہگنس صاحب اپنی کتاب اپالوجی کے صفحہ ۱۲۱ میں فرماتے ہیں کہ عیسائی اسکو یاد رکھیں تو اچھا ہے کہ محمد صاحب کے مسائل نے وہ نشاء دینی اپنے پیرووں میں پیدا کیا جس کو مسیح کے ابتدائی پیرووں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے اور آپ کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں ۔ چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا ۔ جب عیسی کو صلیب پر لے گئے تو اُن کے پیرو بھاگ گئے ۔ برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا ۔ پس اگر آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت تک زندہ رہنے اور پھر دنیا میں تشریف لیجانے کا حق تھا تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا جسکی دشمن بھی تعریف کرتے ہیں نہ حضرت مسیح کا جنکی نسبت اُن کے متبعین بھی سخت شاکی ہیں۔ منہ

اور دیہات کے سادہ مسلمانوں کے آگے یہی دانہ یہ دزد ر پھینکتے ہیں کہ تمہارا نبی مٹی میں ملگیا اور ہمارا آسمان پر بیٹھا ہے میرے پاس ایک سادہ غریب عورت نے جو مشن ہسپتال میں دوائی لینے گئی تھی بڑے تعجب سے یہ بیان کیا کہ مس ڈاکٹر یہ کیا کہتی تھی کہ تمہارا نبی مر کر خاک ہوگیا ہے اور ہمارا عیسیٰ زندہ آسمان پر ہے۔ حضرت رسول کریم کی بعثت کے وقت معبودان باطل پوجے جاتے تھے۔ لات و عزیٰ کی پرستش کی جاتی تھی ہند میں رام چندر مہادیو وغیرہ کی پوجا ہوتی تھی۔ قرآن کریم نے کسی کی تردید کی نسبت ایسا مباحثہ ایسی ناراضگی ظاہر نہیں فرمائی جیسے مسیح کے ابن اللہ ہونے کی نسبت قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمن ولدا قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق اور شگاف ہو جائے پہاڑ چور چور ہو جائیں اس بات سے کہ مسیح کو رحمن کا بیٹا قرار دیا جاتا ہے تو خدا کو اتنی خفگی کی ضرورت کیا تھی؟ قرآن شریف جیسی حکیمانہ کتاب میں ایسے خطرناک الفاظ کیوں استعمال ہوئے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس ابنیت مسیح کے عقیدہ کی بنا پر سخت گندگیاں - ناپاکیاں - زناکاریاں - فسق و فجور پھیلیگا زمین خطرناک بدکاری سے بھر جائے گی جس سے قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ جائے زمین پھٹ جائے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور قیامت برپا ہو جائے۔ اور سچ ہے جسنے یہ عقیدہ اختیار کیا وہ راستبازی۔ تقویٰ۔ طہارت سے کوسوں دور جاپڑا[1] اُسے تمام راستبازوں کو چور ڈاکو اور رہزن قرار دینا پڑا خدا کے پاک نبیوں نبی کسیکو زانی کسی کو بدکار کسی کو قاتل وغیرہ ماننا پڑا۔ مسیح کی ابنیت الوہیت اور کفارہ کے عقیدہ نے شریعت الٰہی کی پیروی کا سخت استخفاف کیا ہے اور راستبازوں کا چال چلن محض لغو اور ناقابل اقتدا اور نمونہ کے مانا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر

---

[1] یوحنا ۱۰ باب ۸ میں سب انبیاء کو چور اور بٹ مار کہا گیا ہے۔ پیدائش ۱۹۔ ۳۵۔ ۳۸ باب سموئیل ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۶۔ باب وغیرہ ملاحظہ ہو کسی نبی کو قاتل۔ کسیکو زانی وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔ منہ

راستبازنبیوں کی بیرت خدا کی نگاہ میں قرب ونجات کا ذریعہ ہو تو کفارہ باطل ہوجاتا ہے۔ اور کفارہ کی خاطر مسیح میں ایک وہمی عصمت ثابت کرنے کے لئے ضروری ہوا کہ تمام قدوسیوں کو سخت گناہگار بنایا جائے۔ اس عقیدہ کفارہ نے راستبازی اور راستبازوں کی کوئی قدر و وقعت نصرانیوں کی نگاہ میں نہیں رکھی۔ شریعت باطل۔ توراۃ تقویم پارینہ ٹھہری۔ بلکہ شریعت کے ماننے والے اور اعمال صالحہ اور تقوی اور طہارت پر بھروسہ رکھنے والے لعنتی قرار پائے اور سخت درجہ کی ناپاکی گندگی پھیلائی گئی لوگ ان امور کو خفیف نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ ہوا کیا۔ کاش وہ غور کریں کہ اس قدر جہری فسق و فجور کی اصل جڑ اور اسباب کیا ہیں اور کم سے کم اسی میں غور کریں کہ قرآن کریم نے اس عقیدہٗ ولدیت پر اتنا اظہار بیزاری کا کیوں کیا ہے اور کس نتیجہ کو مدنظر رکھکر قرآن میں یہ غضبناک الفاظ بولے گئے ہیں حقیقت ہیں جہاں جہاں ان لوگوں کا قدم پہونچا تقوی طہارت خشیت اللہ جاتا رہا۔ اُن میں راستبازی دور ہوگئی اور کفارہ کے مسئلہ نے دلوں میں عجیب بیباکی اور ناپاکی مخمر کردی۔

حضرت موعود علیہ السلام نے اس معاملہ میں ۱۸۹۱ء سے کارروائی شروع کی آپ نے اس خصوص میں وہ طریق اختیار کیا جو آج تک کسی کو نہیں سوجھا۔ آپ نے معقولی قوم کے سمجھانے کے لئے مسیح کی وفات کو فلسفیانہ اسلوب اور ڈھنگ پر جدا بیان کیا اور تمام مسلمات والفاظ قرآنی کو بحال رکھکر اور احادیث صحیحہ ثابتہ کو قائم رکھکر منقولی طرز پر جدا ثابت کیا اور اس بارہ میں ایسی مبسوط بحثیں کی ہیں اور پے در پے اور متواتر تحریریں لکھی ہیں کہ اس وقت تک اشتہارات اور رسائل کی تعداد لاکھوں اوراق تک پہونچ چکی ہے چنانچہ کنواری لڑکیوں تک واقف ہوگئی ہیں کہ مسیح اسرائیلی نبی اور انبیاء کی طرح فوت ہوگیا ہے۔

+ رومیوں کا ۳۰ باب ۲۸ آیت اور غلاطیہ کا ۳ باب ۱۰-۱۳- ملاحظہ ہو۔ جہاں شریعت کے ماننے والوں کو لعنتی قرار دیا گیا ہے۔ منہ

ان پڑھ دیہات میں متمدن قصبات میں غرض ہر ایک متنفس کی زبان پر چڑھ گیا۔ اور زمین سے آسمان تک شور پڑ گیا کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح مرگیا۔ مرگیا۔ اور اب کسی کے جلانے سے وہ جی نہیں سکتا۔ یہ ساری کارروائی کس نے کی اور یہ سب اصلاح کس کی ذات سے ہوئی صرف حضرت مرزا **غلام احمد** قادیانی کی ذات والاصفات سے جنکی فطرت میں جبلتاً اس ریفارمشن کا مادہ خدا کی طرف سے ودیعت رکھا گیا تھا۔ اور درحقیقت یہ کام بھی انھیں کا ہے جو فطرتاً اس کام کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ بہتیرے لوگ ہیں جو شراب نہیں پیتے۔ اس لئے نہیں کہ خدا کی مخالفت اور گناہ ہے۔ بلکہ طبعاً۔ اور بہت لوگ ہیں جو شراب وغیرہ کی بیخ کنی کے لئے بڑی بڑی اسپیچیں دیتے تحریروں اور تقریروں سے شراب کی مذمت کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے استیصال کے لئے سچا جوش پیدا نہیں کر سکتے۔ انکی ریفارمیشن بالکل تھوڑے سے ہی لوگوں تک محدود رہتی ہے اور آخر کار تھک کر رہ بھی جاتے ہیں۔ ان میں طبعی جذبات کے اظہار کے سوا سچا جوش پیدا ہو نہیں سکتا۔ بخلاف ان لوگوں کے جو خدا سے قوت پاکر اور مامور من اللہ ہو کر ریفارمیشن کا بیڑا اٹھاتے اور ایسا فوق العادۃ استقلال ظاہر کرتے ہیں۔ کہ نہیں ٹلتے نہیں تھکتے نہیں ہارتے۔ جب تک اُس اصلاح کو دنیا میں قائم نہ کر جائیں۔ دنیا میں جن لوگوں نے کسی ناپاک عادت کے استیصال کا بیڑا اٹھایا ہے اور آخر کار اس ناجائز حرکت کو اڑایا ہے وہ ہمیشہ اسی قسم کے راستباز تھے۔ جو ایک بات پر ایسے اڑے ایسا استقلال دکھایا کہ دنیا کے کسی لالچ یا رعب نے ان کے ارادہ کو ذرا متزلزل نکیا اور بیشک اسی ریفارمیشن سے پھر ایسے عمدہ نتیجے اور پاکیزہ چشمے پیدا ہوئے کہ ساری زمین انکے روحانی فیضان سے سیراب ہوگئی۔ ایسی ہی لوگوں نے اہل دنیا کے سامنے ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنا کر دکھایا۔

مجدد دین الٰہی اور مامور من اللہ لوگ جنکا سرچشمہ روح و راستی ہوتا ہے۔ وہ جب کبھی کسی ریفارمیشن یا تجدید کا ارادہ کرنا چاہتے ہیں کبھی ٹلتے ہی نہیں۔ لوگ لاکھ جتن کریں کتنی ہی جان توڑ کوشش کریں۔ وہ اپنے ارادہ سے

ڈگمگانا جانتے ہی نہیں۔ انکو کوئی ترغیب یا ترہیب ارادہ حقہ کے اتمام و اکمال سے ہرگز روک نہیں سکتی یہی وجہ ہے کہ آغز بنایان مجددین کو مجنون کہنے لگتی ہے جیسے ہمارے رسول اکرم کو بھی کہا گیا کہ انّكَ لمجنون۔

لیکن جاننا چاہیئے کہ مجنون سے مراد انکی وہ پاگل یا سودائی یا دیوانہ نہیں تھی جو بازاروں میں وحشیانہ حالت میں ادھر اُدھر پھرتے ہیں۔ کافر لیا تو آنحضرت کی نسبت کہہ نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ آپکی اخلاقی تعلیم ایسی اعلے درجہ کی ہے کہ کوئی اعلے سے اعلے دانشمند اور حکیم بھی ایسی تعلیم دے نہیں سکتا۔ اور نہ دیوانہ کی بات کا کوئی ٹھکانا ہوتا ہے۔ مجنون کی ایسی فطرت ہی نہیں ہوتی کہ ایک بات پر قائم رہے جیسے اُسکی مزاج میں سراسیمگی ہوتی ہے ویسے ہی اُس کے اخلاق و عادات میں بھی کوئی استقلال نہیں ہوتا اور حضرت رسول کریم کا استقلال تو ایسا پکا اور مضبوط تھا کہ دنیا میں اُسکی نظیر ممکن ہی نہیں۔ کفار نے آپکو دھمکیاں دیں۔ مال و دولت کا لالچ دیا۔ اپنا بادشاہ بنانا چاہا۔ اطاعت اختیار کرنی چاہی اعلے سے اعلے خاندان کی عورت نکاح میں دینے کی آرزو ظاہر کی۔ اور کوئی دقیقہ ترہیب یا ترغیب کا اُٹھا نہ رکھا مگر حضرت کے عزم اور ارادہ میں ذرا تغزل نہ آئی اور آپ نے صاف فرما دیا۔ کہ اگر آفتاب میرے داہنے ہاتھ اور ماہتاب بائیں ہاتھ لاکر کھڑا کر دیا جاوے تاہم میں اپنا فرض ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا اور نہ کبھی اسبات کی اُمید رکھنی چاہیئے۔

پس جب حضرت رسول کریم کا یہ استقلال اور یہ عزم بالجزم تھا تو ان معنوں سے تو کافر آنحضرت کو مجنون ہرگز نہیں کہہ سکتے تھے۔ کہ اُنکی بات کا کوئی ٹھکانا نہیں یا ان کے ارادہ میں کوئی ثبات نہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ آنحضرت کو مجنون ایک اور ہی معنے میں کہتے تھے یعنی یہ کہ دھنی آدمی ہے ایک بات کے پیچھے ایسا پڑا ہے کہ ہرگز اُسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اُس صادق مصدوق مامور من اللہ کو یہی فرمایا تھا واعبد ربك حتى يأتيك اليقين کہ اپنے اپنے رب کی عبادت کر اور ایسا فوق العادت استقلال و ثبات دکھا کہ موت تک

تیرے حرکات واستقلال وافعال میں فرق نہ آئے۔ دیکھو وہ آواز جو شروع میں مکہ کے اندر آپ کے منہ سے نکلی وہ ہرگز نہ بدلی سیکڑوں تکلیفیں اُٹھائیں۔ ہزاروں اذیتیں سہیں شعب ابی طالب میں تین برس محصور رہے آپ کے قتل اور قید کے منصوبے سوچے گئے۔ وطن چھڑایا گیا۔ ہر قسم کی ترغیبات پیش کی گئیں۔ تمام کفار۔ سارا عرب آپ کی مخالفت میں تُل گیا مگر انہیں سے کوئی بات بھی آپ کی اُس پہلی آواز کو نہ مٹا سکی۔ پھر جب مدینہ میں آپ کو عروج نصیب ہوا تمام کفار فی النار والسقر ہوگئے۔ اور ہر طرح امن وامان ہوگیا اور کوئی روک باقی نہ رہی۔ اُس وقت بھی وہی آواز یعنی کلمۂ طیبہ اُس پاک رسول کی زبان پر تھا یہ فوق العادت استقلال اور خارق عادت استقامت ہی ایک سنت تھی جو دنیا میں ایک بالکل نئی اور بے نظیر انقلاب پیدا کرنے کی اصل اصول تھی اور یہ سیرت آپ کی نمونہ ٹھہر گئی آیندہ زمانوں میں ہر ایک۔ خلیفۃ اللہ کے لئے جو تجدید دین کا متکفل ہو۔ اور یہ ناطق شہادت ٹھہر گئی کہ اگر اس میں ویسی ہی غیر متزلزل استقامت ہوئی تو وہ لامحالہ ظل النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ اسلام کی ابتدائی حالت میں جب کہ ہر طرف سے بے سامانی اور ناتوانی کے اسباب محیط تھے خداوند علیم نے یہ خبر دی اور یہ پُرشوکت دعوی کیا گیا یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا اللہ الواحد القہار قریب ہے کہ وہ دن آجائے۔ جب کہ یہ زمین و آسمان بدل کر نیا آسمان وزمین ہو جاوے اور دنیا میں اُس اکیلے زبردست خدا کی پرستش قائم ہو جائے اور یہ کفار موذی غالب خدا کے حضور پیش ہو کر ان کا فیصلہ ہو جائے۔ سو ایسا ہی ہوا وہ زمین جس پر ناقوس بجتے تھے۔ لات وعزّیٰ اور ودّ وسواع کی پوجا ہوتی تھی آفتاب ماہتاب اور ستارے خدا مانے جاتے تھے وہاں سب جگہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز آنے لگی اور جہاں شراب۔ زناکاریاں علانیہ فسق وفجور اور نہایت ناپاک اور گندے کام ہوتے تھے وہاں خدا تعالے کی سچی توحید قائم ہونے کے بعد سچا تقوے وطہارت پھیل گئی۔ سب لوگ

یبیتون لربھم سجداً و قیاماً کے مصداق ہوئے تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا ۔ تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم اُن کی نسبت صادق آنے لگا اور جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا تھا بالکل ایک نیا آسمان اور نئی زمین ہوگئی اور وہ آسمان جو قہری شکل میں تھا اب فضل اور رحمت اور الہام اور مبشرات کی بارش برسانے لگا اور یہ سب کچھ آنحضرت کے سچے استقلال اور پاک استقامت کی بدولت ہوا ۔ تو غرض یہ ہے کہ بہت بڑی ضروری بات اصلاح خلق کے قائم کرنے کے لئے سچا استقلال اور خوق العادت عزم ہے کہ اُس مصلح کو کوئی لالچ یا ترغیب یا ترہیب اپنے ارادہ سے دھیما نہ کر سکے اور ایسا کھڑا ہو کہ کوئی باد تند یا صرصر اُسے ہلا نہ سکے ۔

سرسید کا مسئلہ توفی کی نسبت بحث کرنا چونکہ دینی سچی غیرت اور نبیوں اور صالحوں کیسے عزم اور ایک ظلم عظیم کی بیخ کنی کے لئے پوری عقدہمت اور اسلام کو دین باطل پر غالب کرنے کی بیقرار کر دینے والی عزت کے تقاضا پر مبنی نہ تھا لہذا انھوں نے عام چکیانہ رنگ میں اور بالکل سرسری طور پر اس مسئلہ کو عام قانون قدرت کے ساتھہ موافق کرنے کے لئے معمولی بحث کر دی سید صاحب نے اس پر قائم رہنے کے لئے کوئی استقلال نہیں دکھایا ۔ اور نہ اسکی اشاعت کی دھت اُنھیں لگی اور نہ انھوں نے بجز تفسیر کے محدود دائرہ کے کسی اور وسیع تحریر کے ذریعہ اسکو شائع کیا ۔ اُنھوں نے اس مسئلہ پر اتنا بھی بلکہ عشر عشیر بھی زور نہیں دیا جتنا ناخلف بیٹے کی خلافت پر زور دیا اور خوارج کے مقابل شدت طیش سے فرمایا کہ وہ اُن سے فرانس میں جاکر ڈویل لڑنے کو تیار ہیں ۔ اور یہ ایک بڑا بھاری اور ناقابل عفو نقص ہے جس کی وجہ سے سرسید کو ذرا بھی اس اصلاح کا حق نہیں دیا جاسکتا جو ایک خدا کا بندہ خدا میں ہو کر کرتا ہے ۔

پھر علاوہ اُن نقصوں کے جو سید صاحب کی اس بحث میں پائے جاتے ہیں یہ ہے کہ اُنھوں نے مسلمات اسلامی کو مدنظر نہیں رکھا اور لغت عرب اور

دواوین عرب و نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی بنا پر اس بارہ میں بحث نہیں کی بلکہ اپنے خیالات کو صاف اور صرف فلسفیانہ دائرہ میں دائر رکھا ہے۔ اور بالخصوص بہت بڑا اور ناقابل درگذر نقص یہ ہے کہ مسئلہ **توفی** کو عام مسلمانوں کے ذہن میں راسخ کرنے اور اُنکو اسپر کلمۂ توحید کی طرف جمانے میں اُنھوں نے کچھ بھی کوشش نہیں کی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اُنھوں نے اس مسئلہ کو بسبب کوتاہ نظری اور ناعاقبت اندیشی کے مہتم بالشان نہیں سمجھا۔

بخلاف اس کے حضرت مرزا صاحب نے اس مسئلہ کے اثبات کے لئے وہ جوش حقانیت وہ فوق العادت استقلال دکھایا کہ جس کی نظیر کسی مجدد اور مصلح کی زندگی میں پائی نہیں جاتی۔ آج تک فارسی عربی اردو زبان میں بہت سی کتابیں رسالے اور اشتہارات اس مسئلہ کے متعلق شائع کیے کوئی اشتہار دیکھا نہیں جاتا جس میں توفی پر آپ نے بحث نہ کی ہو۔ مخالفین نے دھمکیاں دیں۔ منصوبے باندھے گورنمنٹ کو اُبھارا کفر کے فتوے لگائے مگر وہ مرد میدان ذرا نہیں تھکا۔ ذرا نہیں دھیما ہوا۔ اور مطلق نہیں ڈرا۔ بلکہ اگر سنہ ۱۸۹۰ء میں ایک حصہ تحریر و تقریر میں زور تھا تو سنہ ۱۸۹۱ء میں اضعافاً مضاعفہ ہوا اور سنہ ۱۸۹۵ء میں لاکھ درجہ بڑھ گیا † پس یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اپنے طور پر کسی اصلاح کا بیڑا اُٹھانا اور بات ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر جدا بات ہے۔ اور مامورین من اللہ ہی دنیا کی ٹھیک ٹھیک اصلاح کر سکتے ہے۔ نہ وہ اصلاح جسکی بنا جذبہ نفس یا ایک عادت ہو۔ سو میں زور سے کہتا ہوں اور بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ اب **عیسائیوں کا خدا مر گیا** کسی کے زندہ کرنے سے زندہ نہیں ہو سکتا **صلیب** ٹوٹ گئی اور کسی کے جوڑنے سے جڑ نہیں سکتی۔ اس بات کو اچھی طرح دھیان سے سُن لو۔ کہ یہ

---

† **نوٹ** اور اب سنہ ۱۹۰۶ء میں تو آپ کے دعوے اور بلندی کی کوئی حد و پایاں ہی نہیں یہ استقامت ایک ہی دلیل منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ منہ

مجدد خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے اور صلیب کا توڑنا اسی زبردست مصلح کی قسمت میں مقدر تھا۔ اور ضرور ضرور یہ کامیاب ہو کر دنیا سے اٹھے گا۔ اسوقت سارے مخالف پچھتائیں گے اور افسوس کرینگے حیث لم ینفعھم الندامۃ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔

اسلام پر یہ ایک بیرونی حملہ تھا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اور جس نے تقوے اور طہارت ایمان اور اخلاق کی جڑ اکھاڑ رکھی ہے اور جس کے انسداد کے لئے حضرت اقدس نے وہ کوشش کی کہ کوئی دنیادار۔ کمزور۔ غیر مستقل آدمی ہرگز نہیں کرسکتا۔ اب دوسرے بیرونی حملہ کا حال سنئے۔

دوسرا بڑا خطرناک حملہ اسلام پر آریوں کی طرف سے ہوا انھوں نے عیسائیوں کی کاسہ لیسی کر کے بہت ہی گندی اور ناپاک کتابیں حضرت رسول کریمؐ کی اہانت میں شائع کیں اور اسلام کے حق میں عیسائیوں سے بھی بڑھ کر خطرناک دشمن ثابت ہوئے۔ اس قوم کے مقابلہ اور تردید میں بھی حضرت اقدس نے جسطرح سعی کی اور کوشش وجانفشانی فرمائی ہے درحقیقت انھیں کا حق تھا۔ پہلے نوانی کے تمام اعتراضات کا جواب اپنی مختلف کتابوں مختلف رسالوں اور مختلف تحریرات میں دیا اور وید کے اصول وعقاید کی اچھی طرح قلعی کھول دی۔ پھر اپنی دعاؤں کی تاثیر۔ انفاس طیبہ کی برکات سے ایسی کارروائی کی۔ جس کی وجہ سے اب اس قوم میں وہ جوش اور غلبہ جو پہلے تھا مطلق نہیں رہا۔ گھروں میں پھوٹ پڑ گئی ہے قلبوں میں نشتت تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو گیا اور پھر سب سے بڑا حربہ جو حضرت اقدس نے اس اسلام کے اعدا اور عدو قوم پر چلایا وہ یہ ہے کہ اس قوم کے باطل کو اسی طرح ہلاک کیا جس طرح حضرت رسول کریم نے کسریٰ اور قیصر کی نسبت فرمایا تھا کہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ۔ بات یہ ہوئی کہ انہیں سے ایک شخص اپنی قوم کا حامی اپنے مذہب کی مجسم تصویر وید کے تمام عقائد کی دھرم مورت۔ سارے مذہب کی جان وید کی تعلیم کا فوٹو بن کر

حضرت مسیح اللہ کے مقابل میں آیا۔ ادھر خدا کا ممسوح اپنے مذہب کا حامی اسلام کے عقائد کی مجسم تصویر۔ اسلامی عقائد کی روح و روان اور اسلام کی تعلیم کا فوٹو بنکر اُس کے مقابلہ میں میدان میں نکلا اور اُسکی نسبت یوں تحدی آمیز پیشین گوئی فرمائی کہ اگر وید میں سچا عرفان۔ وید کے ماننے والوں میں سچا رابطہ الٰہی ہے اور وید کا خدا۔ زندہ اور سچا خدا ہے۔ تو وید کی سچائی اور حقیقت یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ مجھے میرے زندہ اسلام کے خدا اور زندہ خدا نے یوں فرمایا ہے کہ یہ شخص اپنی بدزبانیوں گندہ دہنی بطلان پرستی ناپاکیوں شرارتوں کی وجہ سے جو اُس نے خدا کی نسبت سچے مذہب اسلام کی نسبت خدا کے پاک نبی حضرت محمد رسول اللہ کی نسبت کی ہیں اُن کی سزا اور پاداش میں چھ سال کے اندر اسطرح ہلاک ہو جائے گا جو دنیا کے لئے ایک بڑا عبرت ناک نظارہ اور حیرت ناک کرشمہ ہوگا۔ اور یہ امر وید کے بطلان اور قرآن کی حقیت کی دلیل ہوگی۔ اور اُس سے اسلام اور صادق لوگوں کو عزت ہوگی۔ اور آریہ دھرم اور حق کے مخالفوں کو ذلت نصیب ہوگی۔ پس اگر وید کا خدا زندہ خدا ہے اور ویدک دھرم زندہ دھرم ہے تو وید کے پیرو مل کر دعا کر کے قرآن اور اسلام کے خدا کے ہاتھ سے اپنے اس وکیل کو چھڑا لیں۔ تاکہ ان کے مذہب کا زندہ اور سچا ہونا ثابت ہو جائے پیشگوئی حسب طور پر کی گئی۔ کتابیں موجود ہیں الفاظ موجود ہیں اُنھیں غور سے پڑھو۔ حضرت جری اللہ کے دعوے کو غور سے دیکھو۔ آپ نے کیسی تحدی آمیز الفاظ اور پرزور الفاظ میں دعوی کیا ہے اور بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ فرمایا ہے کہ دین حق کی عزت کے لئے اور دین باطل کی ذلت کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کی خاطر اللہ تعالے اس آریہ دھرم کی مورت اور مجسم آریہ دھرم کو ہلاک کر کے تمام آریوں اور تمام دنیا پر اپنا نشان دکھائیگا اور حجت پوری کرے گا۔ پھر پہلے ہی سے وقت گھڑیاں طرز قتل شکل قتل سب کچھ دکھا دیا ہے۔ ہاتھ کی شکل بنا کر متوجہ کر دیا گیا ہے اور صاف کہدیا گیا ہے۔ کہ بترس از تیغ بران محمدؐ۔

واقعی غور کرنے والے خدا ترس آدمی کے لئے اس واقعہ میں خدائے قہار قدوس کی ہستی کا ایک بڑا نشان اور بڑی عبرت ہے۔ اُس غیور خدا نے کس طرح دین اسلام کی حقیت اور آریہ دھرم کی بطالت کا آپ فیصلہ کیا۔ حضرت اقدس نے جو اس بارہ میں استفتا لکھا ہے اُس کو پڑھو۔ خدا تعالیٰ کی زبردست قدرت پر ایک بڑا قہری نشان اور عبرت ناک نظارہ ملے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ صرف لفاظیوں سے کبھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن کی تعلیم پیش کر دیتے اور ساتھ زبردست قہری نشان نہ لاتے جو تحدی کے ساتھ حق و باطل میں ہمیشہ کے لئے فیصلہ کیا کرتے ہیں تو قرآن شریف کی تعلیم ایسی جلدی۔ ایسے منکر اور متکبر اور سرکش قوموں میں کبھی نہ پھیل سکتی غور کرو اور خدا کے لئے سوچو کہ جب قرآن شریف کا مدعا محض یہی تھا کہ اللہ کی عبادت کرو اور لا الہ الا اللہ پر ایمان لاؤ جیسا کہ سب نبیوں نے اپنی اپنی امت کو تعلیم دی تو پھر ساتھ ساتھ ہی تہدیدات تو بیخات اور پُر زور وعیدیں کیوں ہیں۔ ساری مکی سورتوں میں بڑے زور اور وثوق کے ساتھ متحدیانہ کفار مکہ کی نسبت کہا گیا کہ یہ لوگ الحق کے مقابل پر ضرور ہلاک ہوں گے۔ یہ پہاڑ ٹوٹ جائیں گے چور چور ہو جائیں گے اور دین حق کے لئے کوئی روک نہ رہے گی۔ الباطل کا سارا زور ساری شان وشوکت ٹوٹ جائیگی لات منات عزیٰ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن آتا ہے کہ ان کو پوچھنے والا کوئی نہ رہے گا۔ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ وہ الحق آگیا اور سارا الباطل مٹ گیا۔ الحق یعنی محمد رسول اللہ آگئے اور الباطل یعنی سارے جھوٹے مذہب جو مکہ میں قائم ہیں نیست و نابود ہو جائیں گے اور پھر یہ کہ قُلْ مَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ اے نبی تو کہدے کہ بطلان پرستی اور بت پرستی پھر کبھی مکہ میں نہ آئیگی غور کرو کوئی شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ ایک شخص جو آپ تمام تکالیف کا عرضہ اور مصیبتوں کے تیروں کا نشانہ بن رہا ہے ایک عاجز اور بے بس انسان جس کے پاس اس وقت نہ زر ہے نہ زور ہے نہ فوج ہے نہ لشکر ہے۔ تنہا ہے

اور چند آدمی جو اُس کے ساتھ ہیں۔ وہ بھی نہایت غریب۔ بے بس اور بیکس ہیں۔ اور اُسی کے ساتھ کفار سے تکلیفیں اُٹھاتے اور سخت نرغہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور عادتاً محال نظر آتا ہے کہ کبھی اُن کو اُن کا ٹھکانا بھی مل سکے ایسے وقتوں میں وہ زبردست اور تحدی آمیز پیشگوئیاں ان کفار کی ہلاکت اور استیصال کی نسبت کر رہا ہے اور وہ نہایت گھمنڈ اور غرور میں اُس کی حالت کو دیکھ کر ہنسی اور مخول سے کہتے ہیں فائتنا بایۃ ان کنت من الصدقین۔ تو ایک بے بس اور بیکس۔ دجال مفتری کذاب اور نہایت خستہ حال آدمی ہے۔ ہمیں اپنی اس مجنونانہ بڑ سے ڈراتا ہے۔ اگر سچا ہے تو اس عذاب کو جلدی لا نازل کر۔

اب بالطبع ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کو اور خدا کی کتاب کو ایسی دھمکیوں اور تہدیدات کی کیا ضرورت تھی۔ جب فقیرانہ طور پر یہ بات سمجھائی اور کہلائی جا سکتی ہے کہ خدا کا نام جپو تو پھر یہ دھمکیاں یہ جنگیں۔ یہ لڑائیاں درویشانہ طریق سے بعید ہیں۔ اور صوفیوں کا طریقہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک متعصب قوم نصاریٰ نے اس تعلیم پر خدا تعالے کے اُس سچے مظہر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو خدا کی صفات جمالیہ وجلالیہ کی واقعی مورت ہیں نہایت کوتاہ بینی اور نا عاقبت اندیشی کی وجہ سے یہ اعتراض کر دیا کہ اس نے لڑائی کی دھمکیاں کیوں دیں اور کفار کے ساتھ لڑائیاں لڑیں کیوں کیں۔ اور قرآن شریف میں جدال و قتال کی آیات کیوں ہیں؟۔

بات یہ ہے کہ کوئی تعلیم چل نہیں سکتی اور کسی حکم کو لوگ تسلیم نہیں کر سکتے تاوقتیکہ اُس تعلیم اور اُس حکم کے ساتھ اقتدار و جلال اور ایک مقتدرانہ رعب داب نہ ہو۔ اگر میں عوام الناس کو ایک نوٹس (اطلاع) بھیجوں کہ فلاں وقت فلاں جگہ پر سب صاحب حاضر ہو جائیں۔ تو کوئی شخص اُس کی پروا نہ کرے گا۔ اس لیے کہ سب لوگوں کو یقین ہے کہ در صورت خلاف ورزی اس اشتہار کے ہمارا کچھ بگڑ نہیں سکتا اور اس

شخص کے ہاتھ میں کوئی اختیار و اقتدار نہیں ۔ کہ اگر ہم نہ چاہیں تو ہمارا کچھ بگاڑ سکے
غرض لوگوں کی روح میں کوئی رعب یا خوف محسوس نہیں ہوگا اور اس لئے
میرے اُس نوٹس کی پروا نہیں کرینگے ۔
برخلاف اس کے اگر کوئی سرکاری پیادہ آجائے اور
سرکاری کاغذ (سمن وغیرہ) اُن کے پاس لے آئے تو آپ اُسکو ڈھونڈ ڈھونڈ
کر تلاش کرینگے اور فوراً اُس کی پشت پر لکھدیں گے کہ حکم حضور سے اطلاع
پائی وقت مقرر پر ضرور حاضر ہو جاؤں گا تو وجہ کیا ہے ۔ وہ کاغذ اپنی طرز
تحریر سے تو قابل التعمیل نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے کہ ایک بارعب اور مقتدر
سلطنت کی طرف سے آیا ہے جو درصورت خلاف ورزی اُس کی جان اور
مال یا عزت کا نقصان کر سکتی ہے ۔ میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا
ہوں ۔ میں ایک دفعہ لاہور میں اپنے ڈیرہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میو کالج
کے احاطہ میں فروکش ہوا تھا ۔ اپنے چند ایک دوستوں سے کچھ الہیات کی
باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں گھنٹی بجی ۔ باوجودیکہ وہ سب احباب بڑی محبت اور
تپاک سے میرے گرد جمع تھے اور عقیدت دلی سے میری باتیں سن رہے
تھے ۔ جملہ ناتمام ہی تھا کہ گھنٹی بجی گھنٹی کے بجتے ہی وہ سب کے سب میرے
گرد سے اُٹھ کر ہوا ہو گئے ۔ اُن کی اس حرکت سے جو بھاگنے میں اُنھوں
نے دکھائی اور جسے دیدہ ہی وزن کر سکتی ہے میرا دل ایک بڑی گراں اور پُر
لذت بات کی طرف منتقل ہوا ۔ میں نے غور کیا کہ میں تقریر کر رہا تھا تو یہ
سب ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھے تھے ۔ میری آواز زندہ انسان کی آواز تھی جو اللہ تعالی کی
باتیں کرنے والی تھی یہ سب اُسکو چھوڑ کر ایک بیجان گھنٹی کی آواز پر حواس باختہ
ہو کر کافور ہو گئے ۔ اس سے آخر میں فیصلہ کیا کہ اگرچہ وہ بیجان گھنٹی کی آواز تھی ۔ مگر
ایک زندہ انسان پرنسپل کی طرف سے تھی جو درصورت غیر حاضری اُنپر جرمانہ
کرتا یا سخت ناراض ہوتا ۔ پس یہی وجہ تھی جو میری آواز کے سننے کو چھوڑ کر جو
میں اُنکا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا ۔ اُس بیجان گھنٹی کی آواز پر ایک سیکنڈ کے لئے

بھی نہ ٹھیرے اور دفعتہً سب کے سب ہوا ہو گئے۔

الحاصل جب تک انسان کے اوپر کوئی رعب یا جلال اقتدار کا سایہ نہ ہو وہ کسی حکم کا جوا اپنی گردن پر رکھنا نہیں چاہتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ساتھ ساتھ ہی جہاں قرآنی تعلیم میں ایمان و اعمال کے بجالانے پر دنیا و آخرت میں ثمرات حسنہ کا وعدہ کیا وہاں حق کی مخالفت پر دنیا کے عذاب عظیم اور عقبیٰ کے عذاب الیم کی بھی دھمکیاں دیں۔ اور دنیا میں اقتداری اور جلالی نشان دکھا کر آخرت کے عذاب الیم کے لئے ایک نمونہ قائم کیا۔ انبیاء علیہم السلام جو اس دنیا میں اخلاقی تبدیلی کرنے آتے ہیں۔ اُس وقت اُن کی سخت مخالفت اور سخت مزاحمت ہوتی ہے اُن کی قوم کو اپنے باپ دادا کے مانے ہوئے اصول دل میں گڑے ہوئے اعتقادات کے برخلاف سننا سخت مشکل اور نہایت ناگوار ہوتا ہے حمیت جاہلیت قوم کی نیچ اُن کو حق کی طرف جھکنے ہی نہیں دیتی۔ بداخلاقیاں۔ بدکاریاں۔ عیش و عشرت۔ دنیا کے آرام ایک مصلح کی بات کو سننے بھی نہیں دیتے وہ مصلح ان تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا اور ان تمام باطل اعتقادات اور رذائل فاسدہ کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے جس سے اُن کا اور بھی اشتعال چند درچند بڑھ جاتا ہے۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ اس سچے مصلح الٰہی مجدد کا فوق العادہ استقلال اور خارق عادت عزم آخرکار غالب آجاتا ہے۔ اور جو کام اُسے کرنا ہوتا ہے کرگذرتا ہے انبیاء کے پاس شروع میں کوئی ظاہری سامان غلبہ کا نہیں ہوتا۔ نرے وعدہ و وعید ہی ہوتے ہیں جو بلند آواز الفاظ سے زیادہ ظاہر میں وقعت نہیں رکھتے لیکن چونکہ اُن کی طرف خدا ہوتا ہے اور خدائی طاقت اپنا کام کرتی ہے اس لئے اپنے فوق العادہ عزم و استقلال کی برکت سے آخرکار قوم میں ایسی تبدیلی کر دکھاتے ہیں کہ انسان حیران ہوتا ہے کہ قوم کیا تھی اور کیا ہوگئی۔ لیکن کیا مجرد الفاظ بھی وہ کام کرسکتے ہیں۔ جو ایک سطوت اور جبروت

بھری آواز کام کرسکتی ہے - میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ میں بھی ایک نوٹس دیتا ہوں اور گورمنمنٹ بھی ایک پروانہ بھیجتی ہے - میرے نوٹس کیطرف کوئی خیال نہ کرے گا - مگر گورمنمنٹ کے پروانہ کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھیں گے اور ٹھیک ٹھیک اس کی تعمیل کرینگے -

اگران انبیار کی طرف سے نرے لفظی احکام ہی ہوتے اور کوئی رعب الٰہی یا وعید ساتھہ نہ ہوتا تو کون ان کی آواز کو سنتا - بس اس کان سنتے اُس کان سے اڑا دیتے کسی قانون کی خلاف ورزی پر سزا کا اندیشہ نہ ہو تو اُس قانون کی کون پرواکرتا ہے ؟ - یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام دنیا میں بڑے سطوت اور جبروت کے ساتھہ بھیجے جہاں انکی تعمیل پر دنیا و آخرت میں بہترین نتائج وثمرات کا مترتب ہونا بیان فرمایا وہیں اُن کی خلاف ورزی پر اس دنیا میں قحط - طاعون زلزلہ - وبا اور ہلاکت اور اُس دنیا میں عذاب جہنم کے وعدے ساتھہ ساتھہ کئے اللہ تعم کو جہاں اپنے فضل اور رحم کا مزہ چکھانا تھا وہیں اپنی قدرت - طاقت عظمیٰ اور جبروت کو دکھانا بھی منظور تھا - اُس کی صفات جو کائنات کے ساتھہ متعلق ہیں - اُن کا ظہور عجیب حکمت اور عجیب اسلوب سے کرتا ہے - جس سے اُس کی الوہیت اور الٰہی طاقت صاف متمیز ہوتی ہے اور کسی جھوٹھے معبود کی شرکت کا التباس تک نہیں رہ سکتا - چونکہ جہاں اُس کا فضل اور رحم عظیم ہے وہیں اُس کی سطوت - قہر - اور بطش - بھی شدید ہے - اس لئے اُس عزیز و رحیم خدا نے اپنے پاک نبیوں کے ذریعے سے اپنی دونو صفات بشیر و نذیر ہونے کا عملی ثبوت دیا اور تبدیل اخلاق میں دونو کا ظہور کرایا چونکہ ایک انسان کی عملی زندگی ذاتی چال چلن سے ایک ہی وقت میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ ذو الجلال اور مقتدر ہے اور یہ بھی کہ یہ ایک ضعیف انسان ہے اس بات کے ثبوت کے لئے انبیار کے سلسلہ کو دیکھو خدا کے وصف رحم اور قہر - فضل اور جبروت کا انکی زندگی سے صاف

پتہ مل رہا ہے ۔ قرآن کریم نے بھی یہی وتیرہ اختیار کیا ۔ جہاں اقم الصلوٰۃ کا حکم دیا اور اخلاقی احکام کی تعلیم دی ۔ اللہ تعالےٰ کے مقتدر ہونے اور درصورت عدم تعمیل کے ہلاک کر دینے والے منتقم ہونے کا بھی ثبوت دیا۔

غور کرو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے آپ کا دعویٰ تھا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور تمہارے پاس خدا کا پیغام تمہاری ہی روح کی راحت کے لئے لایا ہوں یہ بالکل ایک مخفی اور حل طلب بات تھی ۔ کیونکر یقین ہو کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے ۔ اور جو کہتا ہے بالکل ٹھیک ہے ۔ اس کے ثبوت کے لئے یوں ہوا ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اُس بشر رسول کو اپنی صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا اور اپنی ذات کا ایک مجسم عملی نمونہ بنایا ۔ جس نے صاف صاف لوگوں کو سنا دیا کہ میرے خدا کی طرف سے ہونیکا یہ ثبوت ہے کہ میری مخالفت کا انجام ایک قہری نتیجہ ہوگا ۔ میں تم سب پر غالب آجاؤں گا ۔ اور ہر طرح کامیاب اور مظفر و منصور ہوں گا اور میرے ماننے والے بھی سب خورم و خوشحال اور برخوردار ہو جائیں گے اور تم لوگ جو میرے دعویٰ کو نہیں مانتے اور اپنی طاقت اپنے معبودان باطل کے بل بوتے پر اترا رہے ہو اور اپنے زر زور اور شجاعت کے بھروسہ پر میری بات کو نہیں مانتے میں دعویٰ سے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ تم سب کے سب میرے خلاف میں ہلاک ہو جاؤ گے ۔ حق غالب آجائے گا اور باطل نیست و نابود ہو جائے گا قُل جاءَ الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

پس اب دو شخصوں کی کشتی شروع ہوگئی الحق کی اور الباطل کی ۔ الباطل میں اللہ تعالےٰ نے تمام فرق باطلہ کو شامل کر لیا ۔ آجکل جتنے فرقے دنیا میں موجود ہیں یہود ۔ نصاریٰ ۔ بت پرست ۔ دھریہ ۔ سب مکہ اور مدینہ میں موجود تھے اور جسقدر مختلف عقائد ہو سکتے ہیں ۔ ہر قسم کے عقیدہ والے لوگ حضرت رسول کریم کی مخالفت میں تلے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں تمام مذاہب باطلہ ۔ تمام اخلاق رذیلہ کی تردید موجود ہے ۔ میں دعوے سے

کہہ سکتا ہوں کہ کوئی نیا اعتراض اور کوئی نیا عقیدہ ایسا نہیں ہوسکتا جس کا استیصال علمی و عملی طور پر قرآن کریم نے نہ کیا ہو۔ اور کوئی صداقت۔ کوئی خوبصورت قول کسی فلسفی کا کتب عالم میں موجود نہیں۔ جو احسن طور پر قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔ روم۔ مصر۔ یونان۔ یورپ کے تمام حکما کی کتابیں چھان جاؤ۔ اور کوئی عمدہ سے عمدہ قول۔ کوئی نافع یا مضر عقیدہ یا اعلےٰ سے اعلےٰ صداقت اُن کی تصنیفات سے ڈھونڈ لاؤ۔ میں تم کو قرآن شریف میں اس نافع اصل سے بہتر اور اُس کا مؤید اور اُس مضر کی تردید دکھا دوں گا اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی تعلیم کامل مکمل بنانے کے لئے تمام اہل مذاہب باطلہ کو گویا کھینچ کھانچ کر مکہ و مدینہ میں اپنی قدرت سے جمع کردیا تھا۔ باوجود اختلاف اصول وعقائد و رسوم تمام اہل باطل مکہ و مدینہ میں جمع ہو رہے تھے۔ اور پھر ہر ایک مذہب ہر ایک خیال باطل اور رذیلت کا استیصال علمی و عملی طور پر کرکے خدا تعالےٰ نے دکھا دیا کہ قرآن شریف کامل و مکمل کتاب ہے۔

علمی طور پر تو مذاہب باطلہ کا یوں فیصلہ کیا کہ قرآن کریم میں اُن کے تمام خیالات باطلہ اور اعتقادات فاسدہ کا ابطال اور مدلل جواب دیکر قرآن شریف کو کامل و مکمل کیا۔ اور اپنا اقتدار دکھانے کے لئے کہ اُس کی صفات میں سے ہے کہ وہ سزا دیتا ہے۔ انعام بھی دیتا ہے اور اُسکی صفات عدل و رحم کے دو مظہر ہیں۔ ایک جنت اور ایک جہنم۔ بولیا اور اس بات کو عملی طور پر یوں دکھایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ وہ تھا جسمیں آنحضرت بےکس بےبس بے یار و یاور سخت دکھوں اور مصیبتوں میں گھرے رہے۔ بھوکے پیاسے شعب ابی طالب میں محصور کئے گئے۔ اپنے پیارے وطن سے جلا وطن کئے گئے اور دشمن اُس وقت ہر ایک طرح کی عیش و عشرت اور آرام میں زندگی بسر کرتے۔ نہایت بے فکری کی حالت میں گویا ایک بہشت میں تھے۔ اُس وقت جب کہ کوئی ظاہری قرینہ اس بات کا نہ تھا اور کسی طرح کی توقع کامیابی کی

نہیں ہو سکتی تھی۔ وعدۂ الٰہی ہوا کہ مومن بہشتوں میں داخل کئے جائیں گے جنت تجری من تحتہا الانہار اُن جنتوں میں جہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں اور اُن کے سارے مخالف ہر قسم کے دشمن نار میں جھونکے جائیں گے۔ یہ ایسے وقت میں فرمایا جب کہ ہر ایک شخص آنحضرت پر ہنستا اور اُن دعووں کو محض ایک ہنسی سمجھتا تھا۔ اور بعینہ حضرت نوح کی قوم کی طرح کلما مر علیہ ملاء من قومہ سخروا منہ آپ کے دعووں کو سُنکر مجنون کی حرکات کہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو ایسا پورا کیا سزا اور جزا کا ایسا ثبوت دیا کہ ساری دنیا پر حجت پوری ہوگئی۔ اور اب قیامت تک کسی اہل باطل کو حق کا مقابلہ کرنے کی گنجایش اور تاب نہیں ...... سب اہل باطل۔ ہر قسم کے جھوٹے عقیدہ والے۔ حضرت رسول کریم کے مقابل میں آئے سب نے مخالفت کا بیڑا اُٹھایا۔ ہر ایک نے الحق کا مقابلہ کیا۔ نتیجہ کیا ہوا۔ تمام دشمن۔ ساری مخالف قومیں سب اہل باطل طعمۂ نار حرب ہوئے۔ لڑائیوں کی نار میں بھسم ہوگئے اور خدا کے سچے مومن جنت تجری من تحتہا الانہار کے وارث ہوگئے اور ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصلحون ۝ کے دعوی کے مصداق بنگئے اور اُس ساری زمین پر قابض ہوگئے جہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہ رہی تھیں (خروج ۳ باب ۸)

یہ نمونہ اور تمہید تھی آخرت کی جزا و سزا کی۔ یعنی جس طرح حق کے مخالف اس دنیا میں نار حرب کا طعمہ ہوئے اُسی طرح یقیناً یقیناً اُس نار کبیری یعنی جہنم کی آگ کے بھی وارث ہوں گے۔ اور جس طرح مومن اس دنیا میں الٰہی وعدہ کے موافق ہر طرح سرسبز اور کامیاب ہوگئے اور اُس زمین کے وارث بن گئے جہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں اسی طرح یقیناً اور بلاریب اُس اعلیٰ بہشت یعنی جنت الفردوس کے بھی وارث بنیں گے۔

تو غرض یہ ہے کہ خدا نے جو یہ طریق اختیار کیا اور اسی دنیا

میں سزا، اور جزا، کا سلسلہ ایک مامور من اللہ کے ہاتھ سے قائم کیا۔ اُس مامور کو حق کی مجسم صورت بنا کر برخوردار اور کامیاب کیا۔ اُس کے مخالفونکو باطل کا مجسّم بت ٹھیرا کر ناکامی اور غیظ و غضب کی آگ میں جھونک دیا اور کلہم اجمعون کو فنا اور نیست و نابود کر دیا۔ یہ ایک بیّن ثبوت ہی آخرۃ کی جزا اور سزا کا اس طریق عمل سے گویا دنیا میں خدا تعالیٰ نے اپنی ہستی کا صاف ثبوت دیدیا۔ اور بجز ایک اندھے اور محض حیوان آدمی کے کوئی شخص نہیں جو اس صداقت حقہ سے چشم پوشی کر سکے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے صریح انا الموجود پکار دیا ہے۔ لیکن احمق اُس کی آواز کو نہیں سنتا۔ اس طرز عمل سے انبیاء نے جزاء و سزا اور باری تعالےٰ کے وجود کے ثبوت کو بدیہی کر دیا ہی اگر یہ پیشگوئیاں اور تحذیرات نہ ہوتیں اور پھر جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا بعینہ اُسی طرح پوری نہ ہوتیں۔ تو وہ خوف الٰہی جس کی یہ تاثیر ہے اُن میں کبھی پیدا نہ ہوتا یخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعًا وہ روتے ہوے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور اُن کو فروتنی میں ترقی ملتی ہے۔ والذین اذا ذکروا بایات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا اور عباد الرحمن وہ ہیں کہ جس وقت اُن کے سامنے خدا کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ گونگے بہرے اندھے نہیں ہو جاتے۔ بلکہ خدا کا خوف اور سچی خشیت اُنمیں بھر جاتی ہے یبیتون لربھم سجدا وقیامًا اپنے خدا کے سامنے سجدہ و قیام میں رات کاٹ دیتے ہیں تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعًا اُن کی کروٹیں خوابگاہوں آرام کے بستروں سے الگ رہتی ہیں خوف اور اُمید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ سردیاں میں جب کہ لحاف میں سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ گرمی میں جب صبح کو ہوا برابر لوری دیتی ہے کہ ابھی سو رہو جس وقت یہ آواز آتی ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النوم نماز اس نیند سے جس میں تو آرام کر کے سو رہا ہے بہت بہتر ہے۔ فوراً جاگ اُٹھتے ہیں۔ اور پیاری نیند کو چھوڑ کر عبادت الٰہی

میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ انسان جو بالطبع عیش و عشرت کو پسند کرتا ہے کیا جبروت اس آواز میں ہے جو دیوانوں کی طرح اُٹھکر فوراً مسجد میں نماز کے لئے چلا جاتا اور خدا تعالےٰ کی جماعت میں شریک ہو جاتا ہے۔

میں کہہ چکا ہوں۔ کہ کوئی امر۔ کوئی نہی۔ سطوت حاصل نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ امر و نہی درصورت تعمیل و عدم تعمیل کے جزاو سزا کی مترتب نہ کرے۔ اور وہ امر و نہی ایک مقتدر شخص کی طرف سے نہ ہو۔ جو جزا اور سزا دینے پر اختیار رکھتا ہو۔ پس اس سنت اللہ سے جو نظام جسمانی میں پائی جاتی ہے صاف ظاہر ہے کہ نظام روحانی میں بھی ...... اُس کی سنت کا اُسی طرح ظہور ہے۔ یعنی دین دنیا میں حق کے مخالفو کو سزا اور موافقوں کو جزا دے کر آخرت کی جزا سزا اور بہشت و دوزخ کے لئے نمونہ ٹھیرانا دنیا میں نیک و بد کو اپنے رحم اور غضب کا مورد بناکر اپنے حکم کو مقتدرانہ اور پر جلال ثابت کرنا اور اپنے امر و نہی کو ایک با اقتدار اور صاحب سطوت و جبروت بادشاہ کی طرح لوگوں کے اذہان میں مرکوز کرنا۔ پس یہی اصول ہے جس کی وجہ سے کلام ربانی یعنی قرآن کریم میں مخالفوں کے لئے تہدیدات اور وعیدیں مقرر ہوئیں۔ اور بالآخر بعض تحریکات کی وجہ سے غضب الٰہی کا حکم جہاد و قتال کی صورت میں نازل ہوکر سب حق کے مخالف صداقت کے دشمن لڑائیوں کی نار میں جلاکر بھسم کر دیئے گئے اور یہ ایک بڑی زبردست صداقت اور الٰہیات کی بھاری فلسفی تھی جسکو نہ سمجھ کر کوتاہ نظر مخالفین نے انبیا جہاد کو عرضۂ طعن بنایا۔

نبیوں کے حال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو قسم کی توجہ اُنھوں نے باطل کی تردید میں کی ہے ایک حکیمانہ دلائل اور بیّنات کے قائم کرنے سے دوسرے اقبال علی اللہ و عقد ہمت یعنی اُس بطلان کے استیصال کے لئے دعاؤں میں مصروف ہو جانے سے

چونکہ باری تعالیٰ کی صفات اس امر کی مقتضی ہیں۔ کہ وہ جیسے اسباب ظاہری سے مسبّبات اور نتائج پیدا کرتا ہے۔ نہاں در نہاں اسباب سے بھی وہ مختلف مسبّبات اور نتائج پیدا کرتا ہے۔ اہل اللہ نے ایک طرف دلائل و بیّنات کے قائم کرنے میں ظاہری حجتیں اپنے مخالفوں پر قائم کیں دوسری طرف اپنے تمام قویٰ سے اس طرف مصروف ہو گئے کہ وہ باطل اپنے ظاہری صورت کے ساتھ بھی دنیا سے نیست و نابود ہو جائے۔ چنانچہ ہم دعوے سے کہتے ہیں اور مقدس تاریخ اثبات پر گواہ ہے کہ اولاً اور بالذات جن جن لوگوں نے سیف و سنان سے یا حجت و برہان سے ماموریں کا مقابلہ کیا وہ اُسی کے مقابل اور مناسب ہتھیاروں سے ہلاک کئے گئے۔ ہمارے رسول کریم صلعم کے سامنے جن نصاریٰ۔ یہود۔ کفار۔ مشرکین۔ منافقین۔ ستارہ پرست۔ منکر بعثت و منکر نبوت قوموں نے بلا واسطہ رأساً آپ سے مقابلہ کیا وہ دنیا سے آپ کے ہاتھ سے یا آپ کے بلا فصل جانشینوں کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو گئے۔

اب اس زمانہ میں بھی اس عظیم الشان مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے ظلی طور پر اپنے ہادی کامل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے وسیلہ سے ٹھیک اُسی رنگ پر جس طرح پہلے انبیاء کے زمانہ میں ہوتا رہا وعید الٰہی کا ثبوت دیا اور دو قہری نشانوں سے خدا تعالیٰ کی سطوت و جبروت دلوں پر قائم کی اور آریہ اور عیسائی اسلام کے دو سخت دشمنوں کو جو مذہب آریہ اور مذہب مسیحی کے کلی وکیل اور مجسم بت تھے ہلاک کر کے آریہ دھرم اور عیسائی مذہب کا ایک ہی حربہ سے کام تمام کر دیا اور یوں ہوا۔ کہ ایک طرف وید کی سچائی اور برکات کا دعویٰ کرنے والا جس کو وید کے عقائد و اصول اور ویدک تعلیم کی مجسم تصویر کہا جاتا تھا حضرت مرسل اللہ کے مقابل

آیا۔ اور ایک طرف انجیل کا پیرو عیسائی مذہب کی صداقت اور برکات کا
مدعی ۔ مذہب عیسائی کو زندہ مذہب قرار دینے والا مقابلہ میں اُٹھ
کھڑا ہوا ۔ اُدھر حضرت اقدس قرآن شریف کی صداقت اور برکات
کے مدعی اس مذہب کو زندہ اور حی قیوم خدا کی طرح حی قیوم مذہب
ماننے والے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے ۔ آخر کار جب آتھم اور لیکھرام
دونوں اپنے مذہب کی برکات اور زندہ نشان نہ دکھا سکے ۔ انجیل کا
پیرو انجیل کی متابعت میں کوئی برکت نہ دکھا سکا اور وید کا پیرو وید کی
اتباع میں کوئی برکت اور زندہ نشان اپنے مذہب کا نہ دکھا سکا اور
بینہ کی تلوار سے دونوں باطل ہلاک ہو چکے ۔ تو آخر کار الہام ربانی کے
مواقف حضرت اقدس نے بڑی پُر زور تحدی کے ساتھ فیصلہ یوں کیا۔
کہ اگر یہ دونوں مذہب زندہ خدا کی طرف سے اور زندہ مذہب ہیں
اور انھیں اس پر ناز ہے تو وہ سُن لیں کہ مجھے میرے خدا اور زندہ حی قیوم
خدا نے یوں آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونو حی قیوم خدا کی مخالفت میں تباہ
اور ہلاک ہو جائیں گے ۔ سو اگر تم لوگوں کو وید اور انجیل کی سچائی کا یقین
ہے اور سمجھتے ہو کہ یہ اُس زندہ اور حی قیوم خدا کی طرف سے ہیں ۔
اُدھر انجیلی خدا مسیح حی قیوم خدا ہے ۔ اور اُدھر وہ خدا جس کی طرف
وید رہنمائی کرتا ہے حی قیوم خدا ہے تو تم دونوں اپنے اپنے خداؤں
سے دعائیں مانگو ۔ کہ وہ تم کو ہلاکت سے بچائے اور قرآنی خدا کے
مقابل تمھاری دستگیری کرے یا تمھارے مقابل مجھے ہلاک کر دے ۔ تا
کہ تمھارے مذہب کا زندہ نشان اور برکات ثابت ہوں ۔ آخر ان دونوں
وکیلوں کا جیسا انجام ہوا اس سے سارا جہان واقف ہے ۔ یہ دونوں
الباطل کے بُت ہلاک ہو گئے اور دنیا پر ظاہر کر گئے کہ وید یا انجیل
کے احکام کے ماننے اور نہ ماننے سے کوئی ضرر اور فائدہ نہیں ہو سکتا
نہ یہاں اور نہ وہاں ۔ نہ ان کے ماننے سے کوئی برکت یا فیضان حاصل ہو سکتا کہ

نہ اُن کے ماننے پر کوئی جزا سزا مترتب ہو سکتی ہے اور یہ دونو بالکل مردہ اور بے جان مذہب ہیں جنسے کوئی برکت یا کوئی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایک طرف آتھم عیسائیت کا وکیل اور اس بلند دعوے کا حامی عظیم تھا کہ مسیح درحقیقت زندہ اور سچا خدا ہے اور حقیقت عیسویت اپنے سارے زور۔ اپنی ساری جان۔ اپنے پورے ہتھیاروں کے ساتھ آتھم کی شکل میں مجسم ہو کر آئی تھی ادھر قرآن اپنی تمام زندہ طاقت حی قیوم خالق زمین و آسمان ابدی ازلی اور غیر فانی خدا کی یگانہ الوہیت کے سارے زوروں الوہیت مسیح کے ابطال اور کسر صلیب کے مناسب حال تیز ہتھیاروں کے ساتھ میرزا غلام احمد کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ ایسا دنگل تھا۔ جس کی نظیر ان دونو مذہبوں کے آغاز سے بجز زمانہ رسول مقبول کے کسی زمانہ میں بھی پائی نہیں جاتی تھی۔ انجام یہ ہوا۔ کہ وہ اسلام کا دشمن عیسویت کا مجسم بت۔ نصرانیت کا صنم ظلم عظیم کی مہیب صورت پیشگوئی کے موافق پندرہ ماہ سخت ترین عذاب میں مبتلا رہا اور بالآخر اخفائے شہادت حقہ کی وجہ سے اُسے موت کا تلخ پیالہ منہ سے لگانا پڑا ✦ اور ایک طرف آریہ مذہب کا وکیل

✦ یہ پیشین گوئی ایسی صفائی سے پوری ہوئی ہے کہ سوائے ضدی اور سخت درجہ کے متعصب اور بالکل بے انصاف آدمی کے کوئی شخص اس سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس کی پیشگوئی کا مضمون یہ تھا کہ ہم دونوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹھ کو اختیار کر رہا ہے وہ پندرہ ماہ کے اندر بسزای موت ہاویہ میں داخل ہوگا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ یوہنی آتھم نے اس پیشگوئی کو سُنا بہوت ہوگیا۔ اور حق کی عظمت اور رعب نے اُسپر ایسا غلبہ کیا کہ اُسے قطعاً یقین ہوگیا کہ اسلام کا زندہ خدا مجھے ضرور

ویدک دھرم کی مجسم مورت اپنے سارے زور - اپنی ساری جان اور اپنے پورے ہتھیاروں کے ساتھ لیکھرام کی شکل میں نمایاں ہوا - اور اس کے مقابل مذہب اسلام کا وکیل قرآنی تعلیم کا سچا مظہر اپنی پوری طاقت اور پورے ہتھیاروں کے ساتھ جلوہ گر ہوا - اور صاف صاف ظاہر فرمایا - کہ اگر وید کی شرتیاں وید کی رچائیں ایشر

ہلاک کر کے ہی رہیگا اور اپنے خداوند یسوع مسیح کی حفاظت اور سچائی پر اُسے مطلق یقین نہ رہا - ۱۵ ماہ کے اندر اسلام کے خلاف ایک لفظ نہ بولا اور سراسیمگی اور دہشت کی حالت میں شہر بشہر مارا پھرا کہ کسطرح ملک الموت کے پنجہ سے نجات پائے اس عرصہ میں اُسے کئی دفعہ خونی فرشتے بھی نظر آئے اُسکی قوت واہمہ نے اُس پر ایسا اثر کیا کہ کہیں اُسکی نظر میں بشکل اصل مجسم سانپ نمودار ہوگئے کہیں خونی فرشتے حملہ کرتے ہوئے دکھائی دئے غرضکہ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں سخت سے سخت ماویہ عذاب میں گرا رہا ازبسکہ اللہ تعالی کسی انسان کے ذراسی خشیت اور رجوع الی الحق کو بھی ضائع نہیں کرتا - ایسی سراسیمگی گھبراہٹ اور خشیت کی حالت میں جو ایک قسم کا رجوع الی الحق تھا شرط الہام کے موافق اللہ تعالٰی نے قہری موت سے محفوظ رکھا اور خدا تعالی کی جمالی صفت (رحم) سے اُسکو حصہ ملگیا بعدہ - ۱۵ ماہ کے انقضاء کے بعد جب حضرت مرزا صاحب نے متواتر اشتہار دئے اور انعام مقرر کئے کہ اگر تو ۱۵ ماہ کے عرصہ میں اسلام کے زندہ خدا سے خائف نہیں ہوا اور یسوع مسیح پر تیرا بھروسا کامل اور اعتقاد غیر متزلزل رہا ہے تو قسم کھاجا کہ میں اس عرصہ میں برابر اسلام کو جھوٹا اور عیسائیت کو سچا سمجھتا رہا اور زندہ اسلام کے حی قیوم خدا کا خوف اور رعب میرے دل پر ہرگز مسلط نہیں ہوا تو ایسی حالت میں یہ سمجھا جائیگا کہ عیسائی مذہب سچا اور اسلام جھوٹا ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ کئی ہزار روپیہ نقد انعام بھی دیا جائیگا اور سمجھ لیا جائے گا کہ میری پیشگوئی جھوٹی نکلی - مگر وہ عیسائیت کا مجسم بت ایسا بت ہوا کہ پھر اُس سے آواز تک نہ نکلی وہ قسم نہ کھانے کی وجہ سے اسلام کے سچا ہونے عیسائیت کے باطل ہونے اور پیشگوئی کے صداقت پر مہر کر گیا اور اخفاء شہادت کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ بعد نہایت ذلت تکلیف اور مصیبت کے ساتھ آخر کار اُسی عذاب میں پکڑا گیا اور قہری موت سے ہلاک کیا گیا فاعتبروا یا اولی الالباب - اس پیشگوئی میں خدا کی جلالی اور جمالی صفات کا عجیب ظہور ہوا ہے رجوع الی الحق کی وجہ سے عذاب موت میں تاخیر ڈالدی گئی اور خدا کی صفت جمالی کا ظہور ہوا پھر جب رجوع الی الحق کی شرط سے فائدہ اُٹھانیکے باوجود پھر وہ انکار اور تکذیب کیطرف مائل ہوا شہادت حقہ کو چھپا دیا تو خدائے ذوالجلال کے مقتدرانہ سطوت و جبروت نے

کی طرف سے ہیں تو آریہ لوگ ان شرتیوں ان رچاؤں کے ذریعہ سے اپنی مذہب کے
اس وکیل کو میرے زبردست اور قہار خدا کے بطش شدید سے بچالیں یا میری ہلاکت
کے لئے دعا کرکے ویدی مذہب کا حی قیوم خدا کیطرف سے ہونا ثابت کریں۔ مگر
ساری دنیا کے آریے ویدک دھرم کے پیروا اپنے جھوٹے مذہب کے وکیل کو اسلام
کے حی وقیوم خدا کے غضب اور عذاب سے نہ چھڑا سکے اور اُنہوں نے آریہ مذہب کے
باطل ہونے پر ہمیشہ کیلئے مہر لگا دی لیہلك من هلك عن بينة ويحيي من حي عن بينة
یہ عجیب نشان الٰہی ہیں جو اس مجدد کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہوی جسکی آنکھ دیکھنے کی ہو دیکھے جس کا
دل سوچنے کے قابل ہو غور کرے سخت افسوس اور بڑے تاسف کی بات ہے کہ دنیا کے معاملہ
میں جو فانی اور زوال پذیر ہے ادنا ادنا بات میں اسقدر غور اور دھیان میں لیجاتی ہے کہ جسکی
کچھ انتہا نہیں مگر خدا کے نشانوں میں جنمیں غور کرنا بقار روح کے لئے بڑا ضروری امر ہے ذرا
غور نہیں کیجاتی بڑی بے پرواہی سے پس پشت ڈالدئیے جاتے ہیں۔ کیا یہ نشان الٰہی نہیں کیا ہیبت
ناک نشان نہیں۔ کیا حجت الٰہی پوری نہیں ہوئی اور سب کے سب الزام الٰہی کے نیچے نہیں آگئے
پھر دیکھو سکھوں کی قوم پر کس رنگ میں حجت پوری کی یہ بات ہنسی میں ٹالنے کے لائق نہیں جو
لوگ علم کے بھوکے ہیں اور صداقت کے پیاسے ہیں۔ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب
نے یہ کچھ تھوڑا کام نہیں کیا۔ آپ خود ڈیرہ بابا نانک میں معہ ایک جماعت مخلص مریدین کے
تشریف لے گئے بابا نانک کا چولا جو پشت بہ پشت اُنکی صحیح یادگار چلا آتا ہے بڑی محنت و دقت
نکلوایا اور ملاحظہ فرمایا۔ یہی اصل چولا بابا نانک صاحب کا ہے جو اُنکے دلی اعتقاد اور اصلی
مذہب کا پتہ دیتا ہے اسی لئے چولے پر کلمہ لا الٰه الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہے۔ کہیں لکھا ہے
ان الدین عند اللہ الاسلام سچا دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ کہیں سورہ
اخلاص لکھی ہے کہیں آیۃ الکرسی غرضکہ تمام چولے پر قرآنی آیات اور اسلامی اعتقادات کی باتیں ہی لکھی ہوئی
ہیں اور وید کی شرتی اور ہندوؤں کا کوئی اشلوک ہرگز نہیں لکھا جو صریح اور بدیہی شہادت ہے اثبات کی

اپنا کام کیا اور جلد تر قہری موت سے ہلاک کردیا گیا یہ پیشگوئی اسلام کا ایک بڑا بھاری زندہ ثبوت ہے جسمیں کسی صاحب
انصاف کو تامل نہیں ہو سکتا ہاں جن لوگوں کی طبیعتیں بدظنی کی طرف مائل اور انکار کرنیوالی ہیں وہ تو حضرت
رسول کریم کی پیشگوئیوں پر بھی طرح طرح کے شکوک اور بدظنیاں پیدا کرکے انکار کرتے ہیں +

کہ بابا نانک صاحب ضرور اور بلاریب مسلمان تھے اور اسلام ہی پر مرے۔ یہ تحقیقات بھی حضرت موعود ہی کا حصہ تھی جسنے تمام قوم سکھ پر ان کی حجت قائم کردی۔ یہ بات کہ پھر سکھ لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوگئے اور ساری دنیا حضرت اقدس کی مرید کیوں نہیں ہوگئی۔ یہ کہنا ٹھیک نہیں خود یہود و نصاریٰ مدینہ کے آنحضرت پر بہت کم ایمان لائے حالانکہ وہ آنحضرت کو بیٹوں کیطرح پہچانتے تھے اور اسلام کی دعوت ابھی بہتسے ممالک میں نہیں پہنچی۔ حالانکہ تیرہ صدیاں اسلام کو شروع ہوئے ختم ہوچکیں سب کام آہستہ آہستہ اور نرم چال سے ہوتا ہی اور جب قائم ہوجاتا ہی تو پھر بڑا ہی دیرپا ہوتا ہے۔ کمثل زرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار۔ حضرت رسول کریم صنے ساری عمر میں اتنے پیرو نہ بنائے جو مسیلمہ کذاب نے دعوی کرنے کے ساتھ ہی بنا لئے۔ تو بات یہ ہی کہ باطل کو لوگ بڑی جلدی قبول کر لیتے ہیں مگر الحق کو بڑی دیر کے بعد بہت ہی مزاحمتوں اور مخالفتوں کے پیچھے لیکن پھر جب حق قائم ہوجاتا ہے تو ہرگز جنبش نہیں کہا سکتا اور نہایت ہی دیرپا ہوتا ہی اور الباطل اُسکی جگہ نہیں لے سکتا مایبدئ الباطل ومایعید۔ بس کسی بات کو تسلیم کرنا اور مان لینا امر دیگر ہے اور خدا کی طرفسے ایک ملہم مجدد کا حجت پوری کرنا امر دیگر غرضکہ حضرت اقدس نے قرآن کریم کی عظمت ظاہر کرنیکے لئے وہ وہ کام وہ وہ تجدیدات کی ہیں کہ آجتک کسی مجدد سے ظہور میں نہیں آئیں الہام کے منکروں دہریوں برہموؤں سکھوں آریوں عیسائیوں اور تمام اقوام پر حجت قائم کردی ہی اور اس غلام احمد نے اپنے پیارے رسول احمد کے دین کی ایسی تائید کی ہے کہ ایک سچا مسلمان عاشق قرآن اسپر حمد کے ترانے گاتا ہی اور اسپر ثابت ہوجاتا ہی کہ اس چودہویں صدی کے مجدد نے ہمارے رسول کے مذہب کو کسطرح زندہ کرکے دکھایا ہی اللہ اکبر اس مجدد دین نے ایسی ایسی برکات اسلام نمایاں کی ہیں۔ ایسے ایسے نشان دکھائے ہیں سب قوموں سب مذہبوں پر اسطرح حجت اسلام قائم کی ہے کہ حضرت رسول کریمؐ اور صحابہ کرام کے زمانہ سے لیکر اب تک کوئی اس عظیم الشان مجدد کا نظیر نظر نہیں آیا۔ مگر غور کرنیوالا دل اور سوچنے والی طبیعت چاہئے زمین و آسمان میں قدرت کی نشان بھرے پڑے ہیں پر کتنے ہیں جو اُنسے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ افسوس جسقدر لوگ دنیاوی امور میں غور اور توجہ کرتے ہیں دینی کام میں اُسکا سواں حصہ بھی کریں تو کسقدر دینی ترقی حاصل ہو کاش کوئی باتکا سننے والا اور غور کرنیوالا ہو دنیاوی کاموں میں انہماک اور توجہ کی بابت میں آپکو ایک کہانی سناتا ہوں۔ علیگڈھ کالج کے پرنسپل ہیں مسٹر بیک صاحب انکی بہن سیر کرنے کرتے کشمیر میں پہونچگئی اسکے ساتھ ایک نوجوان فضل حق تہے جو ہماری حضرت مولوی نورالدین صاحب کی عزیزوں سے تہے وہ اس مس کو مولوی صاحب کے مکان پر لے آئے مولویصاحب نے اس مس سے آمد کی تقریب اور سیر کی کیفیت پوچھی اُسنے بیان کیا کہ میں کل انڈیا اور ایشیا کے بہتسے ممالک کی سیر کر آئی ہوں اتنک خرچ کثیر پڑا ہے لیکن جس مطلب کے لئے پھرتی ہوں اگر وہ حاصل ہوگیا تو سارا خرچ جو اتنک پڑا ہی وصول ہوجائیگا اور فائدہ بہت ہوگا۔ بات یہ کہ

کہ دلدلوں میں ایک قسم کا کیڑا ملتا ہے جسکو ولایت والے بڑی قدردانی سے خریدتے ہیں اور وہ انکی بہت کام آتا ہے اب تک میں بہت
ماری پھری پر کہیں سے وہ نملا اب کشمیر کے دلدلوں میں ڈھونڈونگی اگر مل گیا تو پھر ساری مشقت کی مزدوری بھر پاؤنگی غرضکہ
وہ لڑکی پائیچے اٹھائے ہوئے سیاہ دلدلوں میں اسطرح پھرتی جسطرح پانیوں بگلا پھرتا ہے بھوکی پیاسی رہتی اور بڑی مصیبت
سہتی - مگر اسدرجہ استقلال آخر ایکدن بڑی خوش و خورم آئی معلوم ہوا کہ گوہر مقصود اُس سیاہ کیچڑ سے نکال لائی
اور کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس کیڑے کے خواص کیا ہیں مگر اتنا جانتی ہوں کہ تمام یورپ کے عالم اس کیڑے کو ڈھونڈ رہے ہیں
مگر نہیں ملا اب میں نے پالیا اور میرا سب خرچ وصول ہوگیا پھر جو اسکا فوٹو دیکھا گیا تو ہمیں چھوٹے چھوٹے کیڑے دنکو ایسی احتیاط
سے رکھا ہوا تھا اور ایسے سامانوں کے ساتھ تھے انکی ہیئت کذائی میں مطلق فرق نہ آوے غرضکہ یہ لوگ نفسانی اغراض و خواہشات کیلئے
تو اسقدر جانفشانیاں کرتے اور تکلیفیں اُٹھاتے ہیں مگر خدا کیلئے خدا کی نشانوں میں غور کرنیکے لئے اسکا ہزارواں حصہ بھی تکلیف گوارا
نہیں کرتے سب لوگوں کو چاہیے کہ ان تمام نشانوں اور تمام دلائل و براہین میں ٹھنڈے دل سے اور بغیر ضد و تعصب کے غور کریں اور اپنی عملی اور اخلاقی
حالت کو درست کریں یاد رکھیں ہنسی کی جگہ نہیں ایک خطرناک دن آنیوالا ہے مبارک ہے وہ جو اُس کے آنے سے پہلے ہوشیار ہو جاوے
اور اس بدرقہ کے ساتھ ہوئے جو اُن خطرات سے بچانیکے لئے مبعوث ہوا ہے خدا کے ہاں مکاری نفاق اور ریاکاری کام نہیں آ سکتی سچا
ایمان خشیۃ اللہ صدق اخلاص تقوی اور طہارت ہی کام آئیگا مبارک ہیں وہ جو وقت سے قبل ان صفات سے متخلق ہو جاویں
ہم دعوی سے کہتے ہیں اور بڑے زور سے کہتے ہیں کہ ہمنے اس سلسلہ میں داخل ہو کر زندہ ایمان حاصل کیا حضرت رسول کریم کو دیکھ لیا
اور خدا کو پالیا ہے ہمکو اسکے فضل سے اور محض اُسی کے فضل سے کلام ربانی کے وہ معارف و حقائق اور اسرار و دقائق
معلوم ہوئے ہیں جنکا مقابلہ کوئی نعمت نہیں کر سکتی اور میرا یقین ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک صحبت میں
اخلاص سے بیٹھیگا ضرور زندہ ایمان اور صلاحیت دین سے حصہ لے گا - صالحین کے پاس بیٹھنے والا فیض سے محروم ہو نہیں سکتا
صحبت صالح ترا صالح کند مشہور مقولہ ہے - میں باری تعالے کی نعمت کی تحدیث کے طور پر کہتا ہوں کہ میں نے قرآن کریم
کے حقائق و معارف اور زندہ ایمان اس پاک سلسلہ کی بدولت حاصل کیا ہے میں اس بات کے کہنے سے ذرا بھی تامل نہیں کرتا کہ
حضرت احمد قادیانی کی طفیل حضرت محمد رسول اللہ کو اور خدا کو آنکھ سے دیکھ لیا ہے اور میں بفضلہ تعالے دعوی سے کہتا ہوں
کہ کوئی شخص جو اس سلسلہ طیبہ کا مخالف ہے میرے مقابل ہرگز قادر نہ ہو گا کہ میری طرح کسی سورۂ قرآنی کی حقائق
معارف بیان کر سکے - اگر کسی مخالف کو یہ جرأت ہے تو جہاں چاہے اور جسطرح چاہے فیصلہ کر لے اور ایسا ہو کہ پہلے
اشتہار دیدیا جاوے اور پھر ایک مجلس عظیم منعقد کرکے وہ شخص بھی قرآن شریف کے حقائق و معارف و نکات و مطالب
بیان کرے اور میں بھی کرونگا پھر دیکھو کہ کسکی روح کو کلام ربانی سے زیادہ مناسبت ہے - چار گھنٹے تقریر کرے آٹھ گھنٹے
دس گھنٹے میں ہر طرح ہر وقت تیار ہوں جو سننے والا ہے سُنے اور جو نہیں سنتا اُسکو پہونچا دیا جاوے کہ آخر حق
کی مخالفتوں بیجا لڑائی جھگڑے سے کیا حاصل؟ کیا یہ طریق فیصلہ سب سے عمدہ نہیں؟ کلام ربانی کے دقائق و

پکار حق - پنجابی نظم میں حضرت اقدس کی ضرورت اور دعاوی کی صداقت قیمت ۱/
حقیقت کتاب اللہ - انجیل کی حقیقت اور پادریوں کے دعاوی کی قلعی کھولی گئی ہے قیمت ۲/

تعلیم جمعہ - لڑکیوں کی تعلیم کے لئے کہانی کے طور پر دینی تعلیم کے سلسلہ کی پہلی کتاب قیمت ۱/

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب (دوسرا ایڈیشن) - (حضرت اقدس نے ایک عیسائی کے سوالوں کا جواب لکھا تھا جو پہلی مرتبہ چھپکر ختم ہو گیا اب ہم نے دوبارہ طبع کیا ہے) قیمت ۲/

ضرورۃ الامام (دوسرا ایڈیشن) حضرت اقدس کی لطیف تصنیف مضمون نام سے ظاہر ہے قیمت ۲/

محمود کی آمین (دوسرا ایڈیشن) حضرت اقدس کے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد محمود احمد کے ختم قرآن پر جو نظم شائع کی گئی تھی قیمت -

قصیدہ معیار الاخیار - حضرت اقدس کی ثنا میں ایک فارسی قصیدہ قیمت -/

خلافت راشدہ - جس میں شیعوں کے مذہب کی حقیقت کھول کر بیان کی گئی ہے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی لاجواب تصنیف زیر طبع -

الانذار - وبا طاعون کے متعلق حضرت اقدس کی کل کارروائیوں کا مجموعہ قیمت ۱/

النصح - میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کی ایک قابل قدر کتاب نظم میں - قیمت ۲/

حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی تصنیفات بھی درخواست کرنے پر مل سکتی ہیں

کل درخواستیں شیخ یعقوب علی تراب مالک مطبع انوار احمدیہ قادیاں ضلع گورداسپور کے نام ہوں - مطبع انوار احمدیہ میں ہر قسم کا چھاپہ کا کام ہو سکتا ہے -